بلندی سے پستی تک

کیا یہ احادیث رسول ہیں؟؟

کیا نبی اور اصحاب رسول کی محفلوں میں یہ سب ہوتا تھا؟؟

ابوظفر نوشہروی

☆☆☆

☆ جملہ حقوق محفوظ نہیں ہیں ☆

کتاب کا نام .... بلندی سے پستی تک
تالیف .... ابو ظفر نوشہروی
ایڈیشن .... دوسرا
سال اشاعت 1998ء
تعداد .... تین سو
صفحات 84

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

فہرست عناوین

حضرت براہیمؑ علیہ السلام کی دعا 2
ایران کا فریب 4
قرآن کریم کی چوری 12
کم سنی کی شادی 14
منہ بولا بیٹا 18
زیدؓ کے مسئلے کا درست حل 24
رسولؐ جو دے وہ لے لو 26
بخاری کی حلال اور حرام 28
ختم المرسلینؐ پر جادو 29
سرکار دو عالم کو گالی 31
صحابہؓ کو کریکٹر سرٹفکیٹ 35
جہاد میں عورت کی تلاش 36
افسانۂ افک 38
گناہ کرو ورنہ مٹا دیئے جاؤ گے 42
کنواری سے شادی کر لیتے ... 43
ہم انگلوں کو بھی جانتے ہیں اور .. 45
حضورؐ میں تیس مردوں کی طاقت 46
شرعی غسل اور عائشہ صدیقہؓ 47
حدیثیں تو کلام اللہ ہیں .. 48
قرآن میں تصوف اور نماز ... 50
تمہاری عورتیں تمہارے لئے ... 61
سورج کہاں جاتا ہے 62
صحابہ دشمن کو دھوکے سے قتل 64
جماع فی الدبر اور عزل 67
ام کلثومؓ کی قبر میں کون اترے .. 69
عبداللہ بن عمر کی روایت 70
حضورؐ کا کھڑے ہو کر پیشاب ... 72
مردہ قبر میں سنتا ہے 73
رمضان میں چھٹی کرلو 75
اگر مرد عورت کو بستر پر بلائے .. 76
حضرت ابراہیم کے تین جھوٹ 77
حضرت موسیٰ خصی نہیں تھے 79

Bulandi0001_(2).jpg

بلندی سے پستی تک

مسلمانوں کا بلندی سے پستی تک سفر ایک طویل اور دل خراش داستان ہے۔ بہر حال مختصر طور پر عرض کروں گا کہ جزیرۂ عرب کے قرب میں ایران کی عظیم الشان سلطنت موجود تھی۔ بخت نصر و (ذوالقرنین) کے ایام میں اس سلطنت نے شہرت اور دوام حاصل کی، اور برق رفتاری سے عروج حاصل کرنا شروع کیا۔ یہاں زرتشتی مذہب رائج تھا یعنی آتش پرستی۔ ظلم سلب و نہب اور عیش پرستی کا دور دورہ تھا دوسری جانب عظیم روما کی سلطنت اپنے عروج پر پہنچنے کے بعد بہت تیزی سے پستی کی جانب گر رہی تھی۔ روما کی تہذیب اپنی آخری سانسیں گن رہی تھی۔ وہاں ہر طرف خانہ جنگی، انارکی اور معاشرتی بدحالی تھی۔ کون سا ایسا جرم تھا جو سلطنت روما کے ہاں نہیں ہو رہا تھا۔ عوام الناس پسے جا رہے تھے۔ بھوک، افلاس اور ظلم کے ہاتھوں دم توڑ رہے تھے۔ سسک رہے تھے۔ اس وقت دنیا کی حالت یہ ہو چکی تھی کہ۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (30-41) اس وقت انسانوں کے ہاتھوں خشکی اور تری میں فساد برپا تھا، کوئی چیز اپنے صحیح مقام پر نہیں رہی تھی۔ یہ تھی نبی اکرمؐ کے ظہور کے وقت دنیا وحی کی روشنی سے معدوم ہو چکی تھی چاروں طرف ایک دبیز تاریکی تھی عرب میں معمولی معمولی باتوں پر خانہ جنگی ہوتی تھی لڑکیوں کو زندہ گاڑ دیا جاتا تھا۔ اس وقت نہ تو کوئی شخصیت تھی اور نہ ہی کوئی ایسا ضابطہ قانون و اخلاق جو نوع انسان کو ایک مرتبہ پھر ایک نقطہ پر جمع کر دیتا۔

وہ روشنی جس سے تہذیب کی شمع دوبارہ روشن کی گئی یونانی اور رومی ثقافت کی ان چنگاریوں سے نہیں لی گئی جو یورپ کے کھنڈرات میں سلگ رہی تھی، نہ ہی باسفورس

کے کنارے زندہ موت سے۔ یہ روشنی شمال کی طرف سے نہیں بلکہ جنوب کی طرف کے حملہ آوروں سے لی گئی۔ یہ روشنی عرب (ارض حجاز) سے اٹھی۔

(BRIFFAULT-THE MAKING OF HUMANITY P.183)

---☆☆☆---

--حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا--

وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ◦ رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ◦ رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (2:127/129)

اور (دیکھو وہ کیسا عظیم الشان اور انقلاب انگیز وقت تھا) جب ابراہیم خانہ کعبہ کی دیواریں چن رہا تھا اور اسماعیل بھی اس کے ساتھ شریک تھا۔ (ان کے ہاتھ تو پتھر چننے میں مصروف تھے اور زبان پر یہ دعا جاری تھی کہ) اے پروردگار (ہم آپ کے دو بندے آپ کے مقدس نام پر اس گھر کی بنیاد رکھ رہے ہیں تاکہ یہ دنیا میں آپ کی توحید کا مظہر اور وحدت انسانیت کا مرکز بن سکے۔ سو) ہمارے اس عمل کو شرف قبولیت عطا فرما، بلاشبہ آپ ہی ہیں دعاؤں کو سننے والے اور (دلوں کے ارادوں کے) جاننے والے۔ اے پروردگار! ہمیں ایسی توفیق عطا فرما کہ ہم سچے مسلم یعنی آپ کے قوانین کے اطاعت گزار ہو جائیں اور ہماری نسل میں سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کر دے جو آپ کے ضابطہ قوانین کی محکوم اور مطیع ہو (اور آپ کے سوا کسی اور کے آگے سر نہ جھکائے) اللہ ہمیں وہ طور طریقے بتا دے جس سے ہم اس مقصد عظیم کے حصول میں کامیاب ہو جائیں اور آپ کی عنایات و انعامات کا رخ ہماری طرف رہے اس لئے کہ آپ ہی کا قانون وہ قانون ہے کہ جو بھی کسی نے اس کی طرف رخ کیا

وہ اپنے سامان رحمت اور ربوبیت کو لے کر اس کی طرف بڑھ آیا۔

اے پروردگار ہماری اولاد میں یہ سلسلہ اسی طرح قائم رہے تا آنکہ ان میں اس دعوت انقلاب کو لے کر وہ رسول اٹھ کھڑا ہو جو آپ کے ضابطہ قوانین کو ان کے سامنے پیش کر دے، انہیں اس کی تعلیم بھی دے اور یہ بھی بتائے کہ ان قوانین کی غرض و غایت کیا ہے اور ایسا نظام متشکل کر دے جس میں لوگوں کی صلاحیتوں کی نشو ونما ہوتی جائے۔ یقیناً تو غالب حکمت والا ہے۔

یہ تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا جو بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئی۔
وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا یعنی اللہ کے نور سے جگمگا اٹھی۔ اور ختم الانبیاء محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ گویا فجر اور تجلیس ہوئی زمین پر ابر رحمت برسا اور خوب برسا۔ فتح مکہ کے بعد جب تمکن حاصل ہوا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوت نامے اطراف و جوانب کی سلطنتوں کو بھیجے گئے، تو ایران کے شہنشاہ خسرو پرویز نے مکتوب مبارک کو پھاڑ کر پھینک دیا۔ آخرالامر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ایران کی قدیم اور تاریخی سلطنت کا خاتمہ ہوا۔ ایران نے اس شکست کا بدلہ مسلمانوں سے کیسے لیا، اس کتاب میں اسی المیہ سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ فتح ایران کے بارے میں علامہ اقبال فرماتے ہیں کاش ایران فتح نہ ہوتا، تین خلفائے راشدین کو قتل کیا اور اللہ کے نازل کردہ دین میں اتنے راستے پگڈنڈیاں نکالیں کہ گنتا مشکل ہے۔ من گھڑت روایات کے ذخیرے بنائے گئے، انہیں وحی غیر متلو اور خفی کا نام دیا اور انہیں مسلمانوں کے ذہن نشین اور دل نشین کیا گیا کہ یہ بھی وحی ہے اور منزل من اللہ ہے۔ اس کا نہ ماننے والا کافر ہے۔ آج ان کی بنائی ہوئی کسی بھی حدیث کو جسے نہ اللہ کی طرف سے سند حاصل ہو نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حمایت نہ انسانی عقل کی کسوٹی پر پوری اترتی ہو کوئی انکار کر کے دیکھے اسی وقت اس پر کفر کا فتویٰ لگ جائے گا، اگر جیل جانے سے بچ بھی جائے تو محلے میں حقہ پانی بند ہو جائے گا، اس کی بیٹیاں کنواری بیٹھی رہیں گی۔ اس کے بیٹوں سے کوئی رشتہ نہیں جوڑے گا۔

---ایران کا فریب---

اللہ کا کلام کسی ایک دور یا قوم کے لئے نہیں ہوتا وہ بنی نوع انسان کے لئے ہے اور ہر دور کے لئے ہے۔ بیدار ہو کہ تجز ان لا الہ الا اللہ۔ فرمایا سبحانہ تعالیٰ نے:-
قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ (3:118) بغض و نفرت کے بعض جذبات کبھی کبھی ابھر کر ان کی زبان تک آ جاتے ہیں۔ لیکن وہ حسد اور انتقام کی اس آگ کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں جو ان کے سینوں میں دبی ہوئی ہے۔

سنا تھا پشتون قوم میں انتقام کا جذبہ بڑا شدید ہوتا ہے۔ لیکن ثابت یہ ہوا ہے کہ جتنا شدید ایرانیوں میں ہوتا ہے، اتنا کسی قوم میں نہیں ہوتا۔ اسلام نے آ کر ایران کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ ایران کو فتح کر لیا، عرب مال غنیمت اٹھا کر لے گئے، ایران کا بادشاہ یزدگرد جان بچانے کے لئے چھپتا پھر رہا تھا۔ جب وہ پن چکی میں روپوش تھا (بعد میں ایک دہقان نے چور سمجھ کر اسے کدال مار کر ختم کر دیا تھا) تو اہل اساورہ (سونے کے کنگن پہننے والے) دانشور ملنے گئے، کہا ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ شاہ نے کہا میں حیران ہوں کہ ان بھوکے ننگے فاقہ زدہ عربوں نے ہم پر فتح کیسے پائی؟ تم لوگ جاؤ اور ان کی بستیوں میں ان کے ساتھ گھل مل کر رہو یہ بہانہ کرو کہ ہم اسلام کا بغور مطالعہ کرنا چاہتے ہیں، اس کے بعد ہم ایمان لائیں گے۔ وہاں پتہ چلاؤ کہ اہل فارس سے ہمیشہ شکست کھانے والے عرب آخر کس طرح، کن وجوہات کی بنا پر اہل فارس پر غالب آ گئے۔ پھر اس کا توڑ تلاش کرو اور انہیں مات دو۔

عجمی سازش۔ ساسانی بادشاہوں کے (20) فدائین جنگ قادسیہ اور جنگ مدائین کے درمیان موجود تھے ان میں سے (15) فدائین زندہ بچ گئے۔ ان لوگوں نے سمرقند میں خاقان چین کی پناہ میں اکٹھا ہو کر جو منصوبہ سازی کی وہ کچھ اس طرح تھی۔

Bulandi0001_(4).jpg

(میزان الفارس حجت اللہ موسوی)

(۱) مفتوحہ سلطنت ایران کے کئی ہزار باشندے، اسلامی سلطنت کے اہم شہروں میں مثلاً مدینہ، مکہ، دمشق، صنعاء وغیرہ میں جا بسیں، وہاں وہ مقامی امیروں کی خدمت میں حاضر ہوں اور اسلام لے آئیں۔

(۲) مملکت اسلامی کی جاسوسی ان کا مشن تھا اور وہ حالات سے ان فدائین کی کمیٹی کو آگاہ کرتے رہیں۔ جو فارسی زبان میں اہل اساورہ کہلاتے تھے۔ دربار نے انہیں اعزازی طور پر سونے کے کنگن دیئے تھے۔

(3) ان دراندازوں (Infiltrators) کے لئے عربی زبان میں مہارت حاصل کرنا ضروری تھا۔

(۴) تاریخ روما اور فارس اور عرب معاشرہ سے واقفیت بھی ان کے لئے ضروری تھی اکثر افراد ایسے چنے گئے تھے جو ہنر مند تھے کتابت، حساب کتاب، لوہار، سنار، بڑھئی اور طب کے پیشوں میں تربیت یافتہ تھے۔

(۵) ان خصوصیات کی بنا پر بظاہر مسلمان لیکن درحقیقت پارسی دراندازوں نے مکہ، مدینہ، مصر، عراق، شام، کوفہ اور بصرہ میں اپنے اپنے شعبوں میں آگے بڑھنا تھا۔ اور حکومت کے حساس محکموں میں اپنے لئے عہدے حاصل کرنے تھے۔ یہ لوگ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے۔

چمن میں بیٹھ کر انہوں نے جو منصوبہ بنایا تھا وہ قابل داد ہے۔ ان کے اصل محاذ دو تھے ایک مسلم حکومت کی مرکزیت کو کمزور کرنا۔ سادہ الفاظ میں خلفائے اسلام کو یکے بعد دیگرے قتل کرنا۔ دوسرا مشن نظریاتی تھا کہ مسلمانوں سے ان کا قرآن چھڑایا جائے۔ بزر سمرقندی جو خسرو پرویز کا مشیر خاص تھا اساورہ کمیٹی کا صدر تھا اور بوڑھا مرزبان نائب صدر، یہ دونوں جہاندیدہ اور تجربہ کار بھی تھے اور سیاست کے بھی ماہر تھے۔

یہ جذبہ لے کر ایرانی دانشور مسلمانوں میں آکر گھل مل کر رہنے لگے۔ مقصد یہ تھا کہ عربوں سے اپنی شکست کا بدلہ لے سکیں۔ ایران کا شکست خوردہ گورنر جب پابہ

• سلاسل حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوا تو حضرت عمرؓ نے اس سے کہا کہ کیا بات ہے ہرمزان! کہ اس سے پہلے جب بھی عربوں نے تمہارے ساتھ جنگ کی تو تم نے ان کو آسانی سے پسپا کیا۔ لیکن اب حالت یہ ہے کہ عرب پورے ایران کو فتح کر رہے ہیں اور تم میرے سامنے پابہ سلاسل کھڑے ہو۔ اور تمہارا بادشاہ مارا مارا جان بچاتا پھر رہا ہے؟

ہرمزان نے کہا کہ بات بالکل واضح ہے۔ پہلے کے جنگوں میں ایک طرف عرب ہوا کرتے تھے، اور دوسری طرف ایرانی۔ تنہا عربوں کو شکست دینا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ مگر اس بار ایک طرف ایرانی تھے دوسری طرف عرب اور ان کا رب تھا۔ تو دو کا مقابلہ ممکن نہ تھا ہم ہار گئے۔

بلاشبہ ہرمزان نے سچ کہا تھا۔ رب کا بھی یہی فرمان ہے۔ وَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ (8-19) بلاشبہ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔ اور حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ (30-47) مومنین کی فتح مندی میں مدد کرنا ہم پر واجب ہے۔ ایرانی اس حقیقت کو پا گئے تھے کہ جب تک عربوں کے ساتھ اللہ ہے ہم ان پر فتح نہیں پا سکتے۔ اپنی شکست کا بدلہ نہیں لے سکتے۔ الہٰذا ضروری ہے کہ ان سے اللہ کا ساتھ چھڑایا جائے۔ انہیں تنہا کیا جائے (رب بہ نفس نفیس شانہ بہ شانہ عربوں کے ساتھ کھڑا نہیں ہوتا تھا، اس زمانے میں مسلمان اللہ کی کتاب کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے) طے یہ پایا کہ ان سے اللہ کی کتاب علیحدہ کی جائے۔ علامہ اقبال اسے عجمی سازش کہہ کر پکارتے ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ فتح ایران کے بعد یہ نہیں ہوا کہ ایران مشرف با اسلام ہوا بلکہ اسلام کو عجمی رنگ میں رنگ دیا، گویا ڈبو دیا۔ کاش ایران فتح نہ ہوتا۔

دیکھا جو تیر کھا کے کمین گاہ کی طرف   اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

ہمیں دشمنوں سے کوئی گلہ نہیں ہے ان کو مسلمانوں سے چوٹ پہنچی تھی اس کا بدلہ انہوں نے لیا۔ گلہ اپنوں سے ہے جو ان کی لکھی ہوئی کتابوں کو صحیفہ آسمانی سمجھتے

Bulandi0001_(5).jpg

ہیں۔ درخت نے بھی یہی فریاد کی تھی کہ گلہ اس کا نہیں کہ لکڑہارے کے کلہاڑے نے مجھے کاٹ کر رکھ دیا گلہ تو اس کا ہے کہ کلہاڑے میں دستہ میری شاخ کا تھا۔

تحریف دین کی ابتداء ایران سے ہوئی اور جن غیر قرآنی نظریات، تصورات اور معتقدات سے یہ اب مرکب ہے ان کا زیادہ تر حصہ بھی قدیم ایرانی (مجوسی) مذہب اور تمدن پر مشتمل ہے۔ تقریباً یہی کچھ امین احمد المصری بھی کہتے ہیں۔ ان کا بیان ہے:

ایرانیوں کی اکثریت مسلمان ہو گئی اور انہوں نے عربی سیکھ لی حتیٰ کہ دوسری ہی نسل میں ایسے لوگ پیدا ہو گئے جو عربوں کی طرح بے تکان عربی بول سکتے تھے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنی تمام باتوں میں عربوں کے برابر ہو گئے تھے۔ ان کے عقائد عربوں کی طرح نہیں تھے۔ ان کی تمنائیں، آرزوئیں، جذبات اور رجحانات عربوں کی طرح نہیں تھے۔ اور نہ ہی ان کی عقلیت عربوں کی طرح تھی۔ انہوں نے اسلام کو قبول تو کیا، مگر اسلام کو ایرانی رنگ میں رنگ دیا۔ وہ اپنے پرانے دین کے جملہ عقائد و تقلیدات سے الگ تھلگ نہیں ہوئے۔ جس قدر ان کا پرانا دین (جس پر ان کی قوم پشتہا پشت سے چلی آ رہی تھی) انہیں رکھنے کی اجازت دیتا تھا، عمل کیا۔ اس پرانے دین کے عقائد و تقلیدات میں وہ جوان اور بوڑھے ہوئے تھے۔ انہوں نے عربی سیکھ لی لیکن وہ اپنی قوم کے اشعار، امثال اور حکم کو نہیں بھلا سکتے تھے۔ اسلام میں ان اثرات کا واضح ترین نمونہ تشیع (شیعی مذہب) اور تصوف تھا۔ ادب عربی اس کے بعد ایرانی ضرب امثال، اور حکم، ایرانی کہانیوں اور ایرانی تخیلات میں بری طرح ڈوب گیا۔

(فجر الاسلام صفحہ ۳۱۰)

فیصلہ یہ ہوا کہ سب سے پہلے قرآن کی تعلیمات یعنی رب کے ارشادات کو تبدیل کیا جائے، اس کو اٹھا لینا چاہیے۔ قرآن میں زاید اور ناقص ممکن نہ تھا قرآن تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہ تھا رب نے یہ راستہ خود بند کر رکھا تھا یہ کہہ کر کہ۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا

الذِّكْرَ وَ إِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ۔ (15:9) یہ قرآن ہمارا نازل کردہ ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے ضروری تھا کہ ان کے بچے دودھ میں تھوڑا سا دودھ ملا کر پھاڑ دیا جائے، طے یہ پایا کہ قرآن کے متبادل کتاب بنائی جائے مسلمانوں کے سامنے وہ رکھ کر قرآن سے دور کیا جائے۔ جس طرح قیمتی جان بچانے کے لئے شیر کو راستے سے ہٹانے کے لئے اس کے آگے بکری گائے بطور چارہ چھوڑ دی جاتی ہے ایرانیوں نے بڑی محنت اور جانفشانی سے کام لیا اور ایسی کتابیں ترتیب دی جس کی وجہ سے ہم کتاب اللہ سے دور ہوتے گئے اور ان کے چارے پر منہ مارتے رہے اور اب تک مار رہے ہیں، رہی اللہ کی کتاب جو مکمل کی کتاب تھی اسے ثوابوں کی کتاب بنا دیا۔ یہ کوئی آسان کام نہ تھا انہیں علم تھا کہ ہمارے کہے پر کوئی یقین نہیں کرے گا، انہوں نے اپنی باتیں منوانے کے لئے جلیل القدر صحابہ کرام کے نام لگا دیے۔

اس سے انہیں یہ فوائد حاصل ہوئے۔ (۱) کہ ان کی خرافات کے ساتھ دین کے ستون جیسے صحابہ کا نام دیکھ کر سادہ لوح اور جہلا یقین کرنے لگے۔ (۲) نئی نسل اسلام سے متنفر ہو گئی۔ (۳) غیر مسلموں کو اکابرین اسلام کو بدنام کرنے کا خزانہ ہاتھ آیا، جس سے انہوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ جس قول کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے منسوب کیا جائے اور راوی ہوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جانثار صحابی جن کے متعلق اللہ نے فرمایا۔ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا (9.100) اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ ان کے لئے ایسی جنتیں تیار کی ہوئی ہیں جن کے باغوں کے نیچے نہریں جاری رہتی ہیں اور یہ اصحاب رسولؐ بلکہ ان کے متبعین بھی ان جنتوں میں ہمیشہ ابدالآباد تک رہیں گے۔

جب ایسی ہستیاں راوی ہوں اور اس سلسلے کی آخری کڑی ختم المرتبت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوتی ہو، پھر کسی قول پر ہمارے ہاں تحقیق ضروری نہیں سمجھی جاتی۔ پھر بھی اگر کوئی تحقیق کرنا چاہے تو ان کے لئے اسمائے رجال کا جال پھیلا دیا گیا اس سے

Bulandi0001_(6).jpg

کوئی بچ کر نکل ہی نہیں سکتا۔ اگر کوئی مجوسیوں کے اقوال کو اہمیت نہ دے۔ اس میں شک شبہ کرے تو اس کے لئے یہ انتظام کیا گیا ہے کہ وحی الٰہی کی دو اقسام ہیں اور اس کے چار نام ہیں۔ (1) وحی متلو اور (2) غیر متلو (3) وحی جلی اور (4) وحی خفی۔ اللہ نے اپنی آخری کتاب قرآن کریم میں وحی کی یہ تقسیم نہیں رکھی بلکہ خبردار کیا۔ کہ یہ ان کا ہنر ہے کہ یَكْتُبُونَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ (2-79) لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھوں سے اور کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے (اس کا نام وحی متلو ہے) تاکہ اس سے ثَمَنًا قَلِيْلًا تھوڑے بہت پیسے کمائے جائیں، تباہی ہے ان کے لئے۔ مفاد پرستوں نے اپنے مفادات کو منوانے کے لئے اپنے "کہے" اپنے لکھے کو منزل من اللہ ثابت کرنے کے لئے یہ الفاظ ایجاد کئے۔ متلو کے معنی ہوئے جس کی تلاوت کی جائے، اور جلی ہوئی وہ وحی جو قرآن کے دفتین میں جلی حروف کے ساتھ نظر آتی ہے۔ وحی غیر متلو ان کے اصطلاح میں وہ وحی ہے جس کی تلاوت نماز میں تو نہیں کی جاتی، لیکن وہ وحی کا درجہ رکھتی ہے۔ عرف عام میں اس کا نام حدیث ہے۔ یعنی وہ روایات جو مسلمانوں میں حدیث کے نام سے مشہور ہیں۔ اسی طرح وحی خفی پوشیدہ یعنی قرآن کی طرح ظاہر نہیں ہے مخفی ہے۔ اس قسم کے نام جو اللہ نے متعارف نہیں کئے انسانوں نے رکھے ہیں ان کے متعلق تو قرآن کریم نے بہت پہلے فیصلہ دے دیا تھا مسلمانوں کو خبردار کر دیا تھا کہ ان کے جھانسے میں نہ آنا: اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ (7-71) یہ نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں اللہ کی طرف سے انہیں تصدیق کی کوئی سند نہیں ملی ہے۔ اللہ کہتا رہے مگر مفادات پیروں کی رسی بن کر آزاد نہیں ہونے دیتے۔

ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ نے اپنے رسول کی طرف جو قرآن نازل فرمایا وہ وحی متلو اور وحی جلی ہے، اس کے بعد رسول کی طرف دوسرے نمبر پر وحی غیر متلو اور وحی خفی بھی نازل کی گئی جسے یہ لوگ علم حدیث کے نام سے موسوم کئے ہوئے ہیں اور اس کو مثلہ معہ قرار

دیتے ہیں۔ ان کا یہ بھی فیصلہ ہے کہ "حدیث قرآن پر قاضی ہے، قرآن حدیث پر قاضی نہیں ہے۔" یعنی جہاں قرآن اور حدیث میں ٹکراؤ پڑ جائے تو بات حدیث کی مانی جائے گی

(مختصر جامع بیان العلم، صفحہ 223 مطبوعہ مصر)

ان کے نزدیک یہ مجموعے مثل قرآن ہیں یہ بھی جبرئیل کی آورد ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن کی طرح بخاری کے بھی تیس پارے ہیں اور اس کا ختم کرایا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ان فرقہ بازوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ قرآن مبہم کتاب ہے، قرآن بغیر ان کی حدیثوں کے سمجھا نہیں جا سکتا، قرآن پر حدیثوں کے بغیر عمل کرنا مشکل ہے۔ ان مذکورہ فرقوں کے ساتھ اسی قسم کے خیالات سے ملتا جلتا فرقہ اہل حدیث کے نام سے بھی موجود ہے۔ پھر ان کے اندر بھی کچھ گروہ بندیاں ہیں جس طرح دیگر فرقوں کے اندر ذیلی فرقے ہیں اور متفرق گروہ ہیں جن کے نام سلفیہ اور جماعت المسلمین وغیرہ ہیں۔ ان کا متفقہ نظریہ ہے کہ ان کی حدیثیں وحی غیر متلو ہیں، وحی خفی ہیں اور یہ قرآن کی مثل ہیں ان کی حدیثیں قرآن کی شرح اور تفسیر کرتی ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ہر نکلی ہوئی بات وحی ہے اور جبرئیل کی توسط سے پہنچی ہے۔ اس بارے میں چند معروضات عرض کرنی ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، اللہ کے رسول کے علاوہ انسان تھے ان کی ذاتی ضروریات بھی تھیں وہ اگر بیوی سے کہتے تھے کہ لوٹے میں پانی ڈال تو ان کلمات کے لئے وہ جبرئیل کا انتظار نہیں کرتے تھے۔ کہ وہ آئے اور وحی غیر متلو لائے۔ اگر ایسی بات ہوتی یعنی ان کی ہر بات وحی ہوتی اور ہر بات کے لئے وہ جبرئیل کے محتاج ہوتے تو اس حدیث کا کیا کریں گے۔ "عبداللہ بن انصاریؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ کا ارشاد ہے پہلے غار حرا میں جب مجھے جبرئیل نظر آئے تھے اس کے بعد تین برس تک وحی آنا موقوف رہا" (بخاری جلد دوم کتاب بدء الخلق باب 291 حدیث 469)

سوال یہ ہے کہ کیا اتنے عرصے حضورؐ خاموش رہے انہوں نے زبان سے کوئی لفظ ادا ہی نہیں کیا۔ پانی مانگا نہ کھانا طلب کیا۔ کہتے ہیں کہ کفار طعنے دینے لگے تھے کہ محمدؐ بن عبداللہ کو اس کے اللہ نے تنہا چھوڑ دیا اب وحی نہیں بھیجتا۔ وحی الٰہی وحی

Bulandi0001_(7).jpg

بے اور ذاتی افعال میں غلطی کا بھی امکان ہوسکتا ہے۔ مثلاً حضورؐ نے منافقین کو جب غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے کی اجازت عنایت فرمادی تو آیہ مبارکہ عَفَا اللّٰهُ عَنكَ لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ (9/43) نازل ہوئی اے رسول اللہ تم سے درگزر کرے تم نے انہیں (پیچھے رہ جانے کی) اجازت ہی کیوں دی تاکہ تم پر سچ بولنے والے ظاہر ہوجاتے اور تم جھوٹوں کو معلوم کرلیتے۔ اگر ہمارے علماء کرام کے عقیدے کے مطابق آپ کا منافقوں کو اجازت دینا وحی غیر خفی تھا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس اجازت دلوانے کے بعد حضورؐ سے اس کے متعلق وحی متلو میں سوال کرنا بے سود اور بے وجہ تھا۔ کیونکہ اس میں حضورؐ کے اپنے عمل کا دخل ہی نہیں تھا۔ ان منافقوں کو اجازت ہی بربنائے وحی خفی دی گئی تھی حضورؐ کے اجازت دینے کے قول کی تصویب نہ کرنا، خود اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا منافقین کو اجازت دینا، آپ کا بشری، ذاتی، خود اختیاری فعل تھا۔

حضورؐ نے اپنی ازواج مطہرات کی خوشنودی کی خاطر اپنے لئے مغافیر (ایک قسم کا شہد) کو حرام قرار دے دیا تھا جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (66:1) جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ نے اپنی ازواج کی خوشنودی کے لئے وہ چیز کیوں حرام کرلی جو اللہ نے آپ کے لئے حلال قرار دی تھی۔ گویا اس طرح پہلے تو اللہ تعالیٰ نے وحی (خفی) کے ذریعے حضورؐ سے ان کی ازواج کی خوشنودی کے لئے آپ پر مغافیر کو حرام کرادیا۔ پھر خود ہی وحی جلی (قرآن) کے ذریعے اس فعل کو ناپسند قرار دے دیا اس سے ظاہر ہے کہ پہلا قول جس سے حضورؐ نے اپنے اوپر مغافیر کو حرام قرار دیا تھا وہ وحی (خفی) نہیں تھا بلکہ وہ حضورؐ کا اپنا بشری قول تھا، وحی (خفی) کسی حال میں بھی نہیں ہوسکتا۔ وحی خفی یا غیر متلو کا وجود ہی نہیں ہے۔

☆☆☆

--- قرآن کی چوری ---

ایران کے ایک بڑے دانشور (قاضی نور اللہ شوستری) کا کہنا ہے کہ اصل قرآن تو ہم نے چوری کرلیا، اب مسلمانوں کے پاس ثوابوں والی کتاب رہ گئی ہے۔ مگر شیر کے آگے کوئی متبادل شے تو رکھنی تھی تاکہ وہ اس سے الجھا رہے۔ بالکل اسی طرح ہوا عجمیوں نے اپنے فرستادوں کے ذریعے پہلے حدیثوں کے مجموعے بنا کر رکھے پھر قرآن اٹھالیا۔ فارس کے جلال الدین رومی نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ کہا۔

ما ز قرآن مغز را بر داشتم
استخوان را پیش سگاں انداختم

یعنی ہم نے قرآن سے مغز قسم کی چیز نکال لی ہے، بقایا ہڈیاں کتوں کے آگے پھینک دی ہیں۔ اماموں کی ایک فوج بھیج کر انہوں نے یہ کام بڑی عرق ریزی کے ساتھ کر کے کامیابی حاصل کی۔ ایسا انتقام لیا کہ اس کی دنیا میں نظیر نہیں ملتی۔ ان کے راستے میں حائل حضرت عمرؓ کی ذات تھی۔ پہلا وار انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ پر کیا۔ انہیں دنیا سے رخصت کیا۔ اس لئے بھی کہ انہی کے دور میں ان کے حکم سے ایران فتح ہوا تھا۔ انؓ کے قاتل ابولولو فیروز کو ایران میں حضرت بابا شجاع (بہادر) کے نام سے نوازا اور یاد کیا جاتا ہے۔ جہاں اس کا (عالیشان فرضی) مقبرہ زیارت گاہ خاص اور عام میں محترم ہے۔ (The Mirage In Iran P.5)

بلا شبہ ایران نے اپنی شکست کا بدلہ لے لیا۔ جو انہیں عربوں کے ہاتھوں اٹھانی پڑی تھی۔ اس کا اعتراف ایران کے ارباب فکر و نظر کرتے ہیں۔ حسین کاظم زادہ عصر حاضر کے مشہور مورخ ہیں۔ وہ اپنی کتاب "تجلیات روح ایران در ادوار تاریخی" میں

لکھتے ہیں:

جس دن سے سعد بن ابی وقاصؓ نے خلیفہ دوم کی جانب سے ایران کو فتح کیا اور اس پر غلبہ پایا۔ ایرانی اپنے دل میں کینہ و انتقام کا جذبہ پالتے رہے۔ کینہ و انتقام کا یہ جذبہ متعدد مواقع پر ظاہر ہوتا رہا۔ تا آنکہ فرقہ شیعہ کی بنیاد پڑ جانے سے یہ کلیۃً بے نقاب ہو گیا۔ ارباب علم و اطلاع اس حقیقت کو بخوبی جانتے اور مانتے ہیں کہ شیعیت کی بنیاد و ظہور میں اعتقادی مسائل اور نظری اور نقلی اختلافات کے علاوہ ایک سیاسی مسئلہ کو بھی دخل تھا۔ ایرانی اس بات کو نہ کبھی بھول سکتے تھے اور نہ قبول اور معاف کر سکتے تھے۔ کہ مٹھی بھر ننگے پاؤں پھرنے والے بادیہ نشین عربوں نے ان کی مملکت پر قبضہ کر لیا۔ اس قدیم مملکت کے خزانوں کو لوٹ کر غارت کر دیا۔ اور ہزاروں بے گناہ انسانوں کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد یہ مورخ لکھتا ہے۔

ہمارے دانشمند بزرگوں کو نہ تو بنو فاطمہ سے عشق تھا اور نہ ہی خاندان بنو امیہ سے دشمنی نہ عباسیوں سے یاری نہ علیؓ سے رشتہ داری۔ ہمارا مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح عرب حکومت کا تختہ الٹ دیا جائے۔ اور اپنی کھوئی ہوئی عظمت اور حکومت بحال ہو جائے۔ چونکہ ہاشمی خلافت حضرت علیؓ کے بعد ختم ہو گئی اور اموی خالص عربی حکومت دنیائے اسلام کی مرکزی حکومت تسلیم کر لی گئی اس طرح عرب عجم پر بری طرح مسلط ہو گئے بنابریں ہمارے لئے واحد چارہ کار یہی تھا کہ ہم ہاشمیوں کا ساتھ دے کر ان کو ابھارتے ہمارے بزرگوں نے یہی کچھ کیا۔ دنیائے اسلام میں ایران اول و آخر وہ واحد مثالی ملک ہے جس نے ملت اسلامیہ سے کنارہ کشی اختیار کر کے نفاق و افتراق اور منافرت کی روش اپنائی۔ ایران سے وحدت اسلامی کو ہمیشہ خطرہ لاحق رہا ہے۔ ایران کے بارے میں حضرت عمرؓ کا قول برحق ہے۔ جو امیر لشکر ابو عبیدہ بن جراحؓ سے منقول ہے۔

"تم ایک ایسی سرزمین کی طرف جا رہے ہو جو مکر و فریب و خیانت سے بھری ہوئی ہے۔ اور جس میں ایک ایسی قوم آباد ہے جو شر کی ماہر اور خیر سے نابلد ہے" ملاحظہ

ہو ایران کی کاریگری کہ انہوں نے قرآن کریم کے لا مبدل احکامات کو خود رسولؐ کے عمل سے بدل کر رکھ دیا۔ اور سادہ لوح مسلمان ان کی فریب کاریوں کو دین سمجھ کر سینہ سے لگائے ہوئے ہیں۔ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا (78-40)

سیرت نبوی کو داغدار کرنے والی چند حدیثیں

---کم سنی کی شادی---

قرآن کریم کا واضح حکم ہے۔ وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا...... (4-5) اور نا سمجھ لوگوں کو تم ان کا مال نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لئے سہارا بنایا ہے...... اگلی آیہ ملاحظہ ہو۔ وَ ابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ (4-6) اور یتیموں کا امتحان لیتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے عمر کو پہنچ جائیں تب اگر تم ان میں عقل کی پختگی پاؤ تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو۔ یعنی ان میں سوجھ بوجھ پیدا ہو جائے جب۔ اس آیہ کریمہ کی رو سے اللہ نے نکاح کی عمر بلوغت کے ساتھ مشروط کر دی اور بلوغت کی وضاحت یہ بتائی کہ جب لڑکا یا لڑکی سماجی معاملات کو سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہوں۔ اب للہ بتایئے کہ چھ سال یا نو سال کی بچی یا بچہ اس قابل ہوتے ہیں کہ ان سے کوئی معاملہ طے کیا جائے؟ انہیں تو ماں باپ سودا لانے کے لئے سو روپیہ کا نوٹ بھی نہیں دیتے کہ راستے میں کہیں گرا دیں گے، یا دکاندار کم پیسے دے گا اور یہ لے کر چلے آئیں گے۔ یا کوئی چھین لے گا۔ اللہ تعالیٰ تو نبوت بھی بالغ ہونے کے بعد ہی عطا کرتا تھا۔ یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔ وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (12-22) اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے تو ہم

Bulandi0001_(9).jpg

نے ان کو دانائی اور علم بخشا، نیکوکاروں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ کے بارے میں فرمایا۔ وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ اسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (28-14) اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے تو ہم نے ان کو دانائی اور علم بخشا، نیکوکاروں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔

قارئین ایک جگہ تو یوں لگتا ہے کہ رب نے بلوغت کی عمر چالیس سال رکھی ہے۔ فرمایا اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کا حکم دیا ہے۔ اس کی ماں نے اس کو تکلیف کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور تکلیف ہی کے ساتھ جنا اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوڑنا اڑھائی برس میں ہوتا ہے۔ اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً (46-15) یہاں تک کہ وہ خوب جوان ہو کر چالیس سال کو پہنچ جاتا ہے۔

قوامیس میں بالغ کا ترجمہ Mature اور بلوغت کے لئے Maturity لکھا ہے کہیں کہیں Adult Major of age لکھا ہے۔ چھ یا نو سال کی عمر کہیں نہیں لکھی ہے۔

بقول راوی عروہ نے اپنے والد سے سنا کہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح (6) برس کی عمر میں ہوا۔ و ادخلت علیه و هی تسع۔ اور دخول صحبت (9) برس کی عمر میں ہوا۔ یہ بات احادیث کی تمام کتابوں میں درج ہے۔ اس کے راوی ہشام بن عروہ یا ابن شہاب زہری کو بتایا جاتا ہے۔ جو تحقیق سے ثابت ہے کہ وہ مجوسی ہے۔ یہ وہی زہری ہے جس نے اسلام میں زہر گھول دیا۔

(بخاری جلد سوم کتاب النکاح باب 68 حدیث نمبر 120 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

میرے نزدیک (النسآء۔5) میں درس عبرت پنہاں ہے کہ جب تک معاملہ کی سدھ بدھ نہ ہو کسی کو فریق نہ بنایا جائے اور نکاح تو کہتے ہی عقد کو ہیں یعنی فریقین کے درمیان (Contract) کیا بالغ اور نابالغ کے درمیان کسی قسم کا کنٹریکٹ یا اگریمنٹ ہو سکتا ہے؟ اور اسے دنیا کی کوئی بھی عدالت درست اور صحیح تسلیم کرے گی؟

زوج عربی میں جوڑے کو کہتے ہیں، جیسے دو پاؤں کے جوتے جو ایک دوسرے کی تکمیل کا موجب بنتے ہیں۔ (One of a pair) یا باہم دیگر ہم رنگ اور ہم آہنگ انسانی

جوڑے خواہ وہ میاں بیوی کی صورت میں ہوں یا عام رفقاء کی صورت میں اس سے مراد ہے ایک دوسرے کے رفیق ایک دوسرے کے بغیر نامکمل، ایک طرف چار دوسری طرف ایک یہ بھی جوڑا نہ ہوا اور اگر ایک مرد کامل اور اس کے ساتھ بچی سات آٹھ سال کی ہو تو یہ بھی جوڑا نہ ہوا۔ 6۔ اور 9۔ سال کی عمر میں شادی طبائع بشری اور اصول مقاربت کے منافی ہے۔ اس عمر کا بچہ نہ سیکس سے آگاہ ہوتا ہے اور نہ ہی سیکسی خواہشات کا متحمل۔ بلکہ اس کے لئے تو صحبت اذیت کا باعث ہوتی ہے۔ دونوں کے درمیان جذب و کشش کی تحریک اس وقت ہی کامیابی سے ہمکنار ہو سکتی ہے جب طالب و مطلوب اپنے عمل کے ثمر سے آگاہ ہوں۔ اسی وجہ سے قرآن کریم نے نابالغی کے نکاح کو ثمر آور نہیں ٹھہرایا۔ طالب کو پتہ ہے کہ ایجاب و قبول کیا ہے، مگر مطلوب اپنی کم سنی کی وجہ سے نہ ایجاب سے آگاہ ہوتا ہے نہ قبول سے۔ یہ اصول بشریت اور قرآن کریم کے خلاف ہے یہ کام حضور صلے اللہ علیہ وسلم کر ہی نہیں سکتے تھے۔ یہ شوشہ رئیس المحدثین امام محمد بن شہاب زہری (۱۲۴ ھ م) کا ہے جنہیں غلط بیانی پر کئی بار وارننگ بھی مل چکی تھی۔ مگر اس کی غلط بیانی کام کر گئی۔ حالانکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ عائشہ صدیقہؓ کی عمر بوقت شادی 19 سال تھی۔

قرآن کریم نے نکاح کو مِيْثَاقًا غَلِيْظًا (4-21) یعنی پختہ ترین، گاڑھا، دبیز معاہدہ کہہ کر پکارا ہے اور یہی واحد طریقہ ہے جس کے ذریعہ مرد اور عورت کے مابین جنسی تعلق ممکن ہونا چاہیے۔ اسی وجہ سے قرآن نے اس امر پر بہت زور دیا ہے کہ معاہدہ نکاح سے پیشتر ہی اس معاہدے کے فریق مرد اور عورت ایک دوسرے سے ہم آہنگی کو اچھی طرح سمجھ بوجھ لیں۔ مردوں کو حکم دیا گیا کہ تم زبردستی عورتوں کے مالک نہ بن جایا کرو۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا (4-19) اے ایمان کے دعویدارو! حلال نہیں تم پر وہ عورتیں جو تم سے کراہت کرتی ہوں۔ زہری کے بہتان نے تین کام کئے (1) حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو داغدار کیا کہ وہ بشریت کے کسی قاعدہ قانون کو خاطر میں نہیں لاتے تھے (2) نابالغ لڑکی سے شادی کر کے قرآن کے حکم کو پامال کیا (3) اور زہری نے اپنے لئے اور عیاشوں کے لئے کم سن

Bulandi0001_(10).jpg

بچیوں تک پہنچنے کی راہ ہموار کی۔ کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ مرغی سے زیادہ چوزوں میں طاقت ہوتی ہے جب (6) سال کی معصوم بچی کے ساتھ نکاح حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے منسوب کرلیا تو اس طرح یہ عمل امت کے لئے سنت رسول قرار پایا۔ امام ابن قیم فرماتے ہیں "کنواری لڑکی کے ساتھ جماع کرنے میں فائدہ ہے۔ عورت خوبصورت نہ ہو تو شوہر کے جسمانی قویٰ کمزور ہو جاتے ہیں۔

(امام ابن قیم المحدث زاد المعاد طب نبوی صفحہ 479)

جب چھ سال کی معصوم بچی کے ساتھ حضورؐ کو منسوب کردیا تو اس طرح یہ عمل سنت قرار پایا، اگر اس سنت پر کوئی عمل کرے تو پاکستان کے قانون کے مطابق پکڑا جائے اور اس کے خلاف لب کشائی پر کفر اور انکار حدیث کے فتوے لگ سکتے ہیں اور لگتے ہیں۔ حالانکہ جو مولوی عائشہ صدیقہؓ کی عمر بوقت رخصتی 6-9 بتاتا ہے، اگر اس سے اس کی 6 سالہ بچی کا ہاتھ مانگا جائے تو وہ چھوٹتے ہی کہے گا "تم کافر ہو گئے ہو" ابھی تو وہ معصوم بچی ہے۔

کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کا اتباع نہیں کرتے تھے کہ نابالغ لڑکی سے شادی کر بیٹھے؟ حالانکہ قرآن کریم میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم فرماتے تھے کہ۔ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی (6-50) میں کسی چیز کی پیروی نہیں کرتا سوائے اس کے جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ پھر اللہ نے خود شہادت دی ہے۔ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی ..... (10-15) یہ کس قسم کی اتباع تھی کہ نکاح کے لئے رب کا حکم بلوغت ہے اور اس کا پیغمبر اس حکم کو (معاذ اللہ) پامال کرکے نابالغ لڑکی سے نکاح کر لیتے ہیں؟ یاروا یہ بہتان عظیم ہے۔ نہ تو یہ ممکن ہے، نہ ایسا ہوا۔ مگر ہماری کتب میں یہ واقعہ موجود ہے، اور اس کو سچ ماننے کی تلقین کی جاتی ہے۔ اس کے منکر پر کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں۔ کیا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقریباً اپنے ہم عمر دوست کو اپنی معصوم بچی جو گڑیوں سے کھیلتی تھی دینے پر رضامند ہو جاتے؟ یہ مجوسی افسانہ ہے۔

☆☆☆

-- منہ بولا بیٹا --

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبل از نبوت بھی اُس عمل کا ارتکاب نہیں کر سکتے تھے، جس سے بعد میں اللہ نے منع فرمایا ہو۔ قرآن کریم پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے متبنّیٰ (لے پالک منہ بولا بیٹا) بنایا ہی نہیں تھا۔ اللہ کا فرمان ہے۔ مَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓیْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ وَ مَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ وَ اللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَ هُوَ يَهْدِی السَّبِيْلَ (33-4)

اللہ نے نہ تمہاری عورتوں کو جن کو تم ماں کہہ بیٹھتے ہو تمہاری ماں بنایا اور نہ ہی تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے بنایا جنہیں تم بیٹے کہہ بیٹھتے ہو یہ سب تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔ اور اللہ تو سچی بات بتاتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

اس آیہ کریمہ سے ثابت ہوا کہ منہ بولا بیٹا بنانا منشاء الٰہی کے خلاف ہے مگر عجم نے حضرت زیدؓ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا منہ بولا بیٹا بنا دیا۔ پھر اُس سے اُس کی بیوی کو طلاق دلوائی اور اس مطلقہ کا نکاح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کروایا وہ بھی آسمانوں میں۔ اگر طبری کی خرافات کو دیکھا جائے تو واقعہ اور بھی بدترین شکل اختیار کر لیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ایک بار نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم زیدؓ سے ملنے ان کے گھر گئے زیدؓ موجود نہ تھے اور حضرت زینبؓ تنہا کر آئی تھی مختصر کپڑے پہنے تھے اسی حال میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی نظریں ان پر پڑیں تو دل میں ان کی صورت کھب گئی جس کی بنا پر وہ زیدؓ کے دل سے اتر گئیں اس کے بعد زیدؓ نے آ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اگر زینبؓ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو پسند آ گئی تو میں اسے طلاق دیدوں گا (تاریخ طبری باب 9 صفحہ 274)

علی کل حال حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے زید رضی اللہ عنہ کو منع کیا مگر اُس نے

Bulandi0001_(11).jpg

طلاق دیدی اور پھر وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آ گئی۔ حضور صلے اللہ علیہ و سلم نے کہا کہ میرا نکاح آسمانوں میں کر دیا گیا ہے لہٰذا بغیر نکاح، بغیر حق مہر اور بغیر اطلاع اور بغیر اجازت کے آپ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت زینبؓ کے پاس شب عروسی منانے تشریف لے گئے۔ اور یہ سب اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کے ذریعے لے پالک کی بیوی جو نبی کی بہو لگتی تھی اسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر حلال کرنا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّـآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ پھر تو گویا زیدؓ نے اللہ کا منصوبہ کام بنایا۔ کیا ضروری تھا کہ لے پالک کی مطلقہ کو منہ بولے باپ پر حلال کرنے کے لئے اپنے رسول کو تختہ مشق بنایا جاتا؟ اللہ سبحانہ نے لا تعداد چیزیں حلال کی ہیں اور کئی چیزیں حرام کی ہیں کہیں اجتناب (دور رہو) کا حکم دیا ہے مگر وہاں ہدف رسول کو نہیں بنایا مثلاً۔

لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى (4-43) حالت سکر میں صلاۃ کے قریب مت جاؤ۔ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ (6-151) برائی کے قریب مت جاؤ۔ وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ (6-152) یتیم کے مال کے قریب مت جاؤ۔ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى (17-32) زنا کے قریب مت جاؤ۔ یہ احکام رب نے ڈائریکٹ دیئے حضورؐ پر نہیں آزمائے۔

وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ (6-151) ناداری کے خوف سے اولاد کو قتل مت کرو۔ تو ایسا نہیں ہوا کہ حضورؐ اولاد کو قتل کر رہے تھے رب نے اس فعل بد سے انہیں روکا۔ حکم کو عملی طور پر اپنے نبی پر آزمانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ مثلاً

وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (16-36) طاغوت سے ایک جانب۔ دور رہو۔

اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ (39-17) طاغوت سے ایک جانب۔ دور رہو۔

اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ (49-12) ظن وگمان سے پرہیز کرو، بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔ تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی غیبت نہ کرے۔ کیا تم پسند کرو گے کہ مردہ بھائی کا گوشت

کھاؤ۔ تم خود کراہت کرو گے۔ یہ اور دیگر معروف و منکرات پہلے رسول پر آزمائے نہیں گئے۔ یعنی یہ نہیں ہوا کہ (نعوذ باللہ) پہلے رسول کو مرے ہوئے بھائی کے گوشت کے قریب بٹھا کر پھر منع کیا گیا۔ تو زیدؓ کے بارے میں رب نے اپنی سنت تبدیل کی۔ کہ لے پالک کی بیوی منہ بولے باپ پر حلال کرنی تھی لہٰذا رسول کو ماڈل بنایا گیا۔ دو بہنوں کو ایک وقت میں نکاح میں رکھنا ناروا ہے کیا یہ بھی رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے عملاً کروا کر دکھایا گیا؟ کیا طلاق دے کر پھر نکاح میں لانے کے لئے حلالہ بھی کروا لیا گیا۔

اس ایک واقعہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے کردار کو کیا سے کیا بنا کر پیش کیا۔ جب کہ اللہ کا بڑا واضح حکم ہے کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا (24-27) اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ کسی گھر میں جاؤ تو اہل خانہ سے اجازت لے لیا کرو ان کے سلام کے بغیر داخل مت ہوا کرو۔

اس واضح حکم کے ہوتے ہوئے کیا یہ تصور بھی کیا جا سکتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم زیدؓ کے گھر ان کی غیر موجودگی میں بلا اجازت داخل ہوئے ہوں گے؟ پھر ان کی بیوی کو دیکھنا، ان پر عاشق ہونا پھر ان کو اپنے حرم میں داخل کرنا۔ یارو! ایسا تو کوئی موجودہ زمانے کا فرد بھی نہیں کر سکتا چہ جائے کہ دونوں جہانوں کا سردار جس کے سر پر نبوت کا تاج رکھا ہو وہ ایسی حرکت کرے؟ پھر اگر دشمنان اسلام نے یہ خرافات لکھ بھی دیں تو ان کا تو موقف واضح تھا یعنی مسلمانوں سے انتقام لینا۔ ہمیں کیا ہوا کہ ہم ان روایات کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ یہی تو وہ سوراخ ہیں جس سے رشدی و جما عتیم ہمیں ہر دور میں ڈستے آئے ہیں۔

راویان کہتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تکریم انسانیت اور مساوات کا نمونہ پیش کیا اپنی پھوپھی کی بیٹی حضرت زینب کا نکاح زیدؓ سے کیا لیکن حضرت زینبؓ زید کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی تھی (یہ ہر قرآن کے حاشیے میں لکھا ہوتا ہے) اس لئے

Bulandi0001_(12).jpg

میاں بیوی میں نہ نبھ سکی اور زیدؓ طلاق دینے پر تیار ہوئے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے منع کیا مگر زیدؓ باز نہ آئے اور طلاق دے دی۔ تب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی زوجیت میں لے لیا۔ اگر اتنی بات ہوتی تو کوئی حرج نہ تھا مگر طبری کا افسانہ کہ وہ نہا کر آئی تھی کپڑے بدل رہی تھی مختصر کپڑے تھے، یا ننگے سر تھی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا.......... کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ پرورش پانے والی زینبؓ کی تربیت اس طرح ہوئی تھی کہ وہ حضورؐ کے دیئے ہوئے تحفے کو ٹھکرا دے؟ ان کی بات ماننے سے انکار کر دے؟ حالانکہ وہ تو اتنی فرمابردار تھی کہ بنی ہاشم کے عالی خاندان کی دختر ہوتے ہوئے آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر ایک غلام (زیدؓ بن حارثہ) کی بیوی بننا قبول کر لیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا زیدؓ کی شادی دونوں کی رضامندی سے نہیں ہوئی تھی؟ کیا زینبؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے شوہر کو حقارت کی نظر سے دیکھنے کی مجاز تھیں؟ اگر زینبؓ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم نہ مانا تو کیا اس پر قرآن کریم کا یہ حکم لاگو نہیں ہوتا؟

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (33-36) اور کسی مومن مرد اور عورت کو حق نہیں ہے کہ رسول انہیں کوئی امر دے اور وہ اس میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ صریحاً گمراہ ہو گیا۔ زینبؓ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے شوہر کو حقارت کی نظر سے دیکھا اور نکاح کو ختم کیا، یہ بھی نافرمانی ہوئی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو (بقول راویان) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے طلاق دینے سے منع کیا مگر انہوں نے طلاق دے ہی دی۔ اگر ایسا ہوا ہوتا تو کیا اس کے بعد یہ دونوں مسلمان کہلا سکتے تھے؟ کیا یہ حضرات ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا میں سے نہ ہوتے؟ کیا اُس دور ہمایونی میں ان کا مقاطعہ (بائیکاٹ) نہ کیا جاتا؟ کیا اس کے بعد بھی ان کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا جائز تھا؟ مگر آج تک دونوں ہستیوں کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ کہا

جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حکم عدولی کا ارتکاب نہیں کیا ہے۔ یہ مجوسیوں کی لگائی ہوئی تہمت ہے۔ یہ قصہ زیدؓ بن حارثہ کا ہے ہی نہیں۔ پھر یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا غسل کے بعد زینبؓ کو دیکھ لینا اور ان پر دل آ جانا.......... کیا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینبؓ کو پہلی بار دیکھا تھا؟ یقیناً نہیں وہ تو گھر میں پلی جوان ہوئی تھی تو اپنے لئے مختص کر لیتے زیدؓ کو کیوں دی۔ اور اگر دے دی تو دل میں یہ خواہش کیسے پیدا ہوئی کہ کاش زیدؓ طلاق دیدے۔

سبحانہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے، رب کے علم میں یہ بات تھی کہ جعلی وحی غیر متلو والے زیدؓ کے قصے کو کیا سے کیا بنا ڈالیں گے۔ حتیٰ کہ رسول کی بات نہ ماننے والا بھی اسے بنا ڈالیں گے۔ تو کہیں اور نہیں قصہ زید (33-37) کے شروع کرنے سے پہلے اللہ نے (33-36) میں یہ کہہ کر (ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۔ جو رسول کی نافرمانی کرے وہ صریحاً گمراہ ہو گیا) اس کی پیش بندی کر دی۔ اللہ کا فرمان ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (33-6) نبی کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔ اگر طبری و جہنم کا تراشا ہوا افسانہ صحیح ہوتا تو کیا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت زینبؓ زیدؓ کی ماں نہ لگتی؟ کیا وہ اسے ماں تسلیم کر کے ماں کہتا تھا؟ جو اس کی بیوی رہ چکی تھی اور کیا وہ اسے ماں سمجھتا تھا؟ اگر ایسا نہیں تھا تو رب قرآن کریم میں اس کی وضاحت ضرور فرماتا کہ نبی کی بیویاں مومنین کی مائیں ہیں (الا زید) ماسوائے زید کے۔

الاحزاب آیہ (۳۶) کے مفہوم سے زیدؓ کے طلاق کے بعد مطلقہ کا حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے نکاح کا نظریہ تو اسی وقت ختم ہو گیا جب اللہ نے متبنیٰ کے نظریئے کو غیر اسلامی اور قدیم رسم قرار دے کر اس امر کی وضاحت کر دی کہ ہمارے رسول نے کسی کو متبنیٰ نہیں بنایا ملاحظہ ہو (33-4) کہ بیوی کو ماں کہنا اور کسی غیر کے بیٹے کو بیٹا کہنا یہ صرف تمہارے منہ کی باتیں ہیں ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ۔ یہ کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اس طرح تو طبری افسانے کی بنیاد ہی نہ رہی۔ آیہ (33-37) کے زید وہ زیدؓ بن حارثہ

Bulandi0001_(13).jpg

نہیں ہیں جو حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ کے ساتھ آئے تھے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے
تھے؟ اس کے برعکس قرآن کریم کی رو سے صحیح واقعہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کسی صحابی
نے جس کا نام نہیں بتایا گیا زید نامی لڑکے کو متبنیٰ بنایا تھا اس کی شادی بھی کر دی گئی تھی مگر
ناموافق مزاج کی وجہ سے طلاق ہو گئی اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عورت
کے ورثا سمیت قانون باری تعالیٰ کے مطابق اس مطلقہ کا نکاح اس شخص سے کر دیا
جس نے زید کو ایمان لانے سے قبل لے پالک (بیٹا) بنایا تھا اس پر لوگوں نے اس کو طعنے
دیئے کہ تو نے بہو سے شادی کر لی ہے۔ اس نے اس طعن و تشنیع سے بچنے کے لئے طلاق
کا ارادہ کیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے آثار و اطوار سے بھانپ لیا اور اسے منع کیا
کہ بیوی کو طلاق نہ دے۔ کیونکہ یہ نکاح اس لئے کیا گیا ہے کہ زمانہ جاہلیت کے بنائے
ہوئے منہ بولے بیٹوں کی مطلقہ بیویوں سے بیٹا بنانے والوں کے نکاح کرانے کی
کراہت دور ہو جائے۔ کیونکہ زمانہ جاہلیت میں ایک تو متبنیٰ بنانے کی غلط روش چل رہی
تھی اور دوسرا یہ کہ انہیں حقیقی بیٹا سمجھا جاتا تھا اور ان کی بیویوں کو حقیقی بہوئیں سمجھ کر ان
سے نکاح حرام سمجھتے تھے۔ اب اگر مذکورہ شخص لے پالک کی بیوی سے نکاح کرنے کے
بعد طلاق دے دیتا ہے تو وہ پرانی جہالت کی کراہت پھر قائم ہو جاتی ہے اور منہ بولے
بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کرنا بدستور مکروہ سمجھا جاتا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مناسب موقع میسر آنے پر متبنیٰ کی مطلقہ بیوی کا
نکاح عملی طور پر منہ بولا بیٹا بنانے والے سے کر کے زمانہ جاہلیت کی اس غیر اسلامی رسم
کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ اس کے بعد جب مخالفین نے نکاح کرنے والے کو مورد طعن و
تشنیع ٹھہرایا اور اس کے ارادہ ... میں معمولی سا تزلزل نمودار ہوا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
اسے استقلال کا درس دے کر چٹان کی طرح کھڑا کیا۔ بس یہ تھا زید کا قصہ جسے عجمیوں
نے چیستاں بنا کر رکھ دیا ہے۔ اور ہم ان کے لکھے پر ایمان لے آئے۔

ملفوظات حکیم اشرف علی تھانوی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
زیدؓ سے فرمایا کہ تم میرے بھائی اور میرے مولا (آقا) ہو۔ تو وہ خوشی سے ناچنے لگے

(کیمیائے سعادت امام غزالی صفحہ نمبر ۳۱۹) ایسا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ و عمرؓ
کے لئے بھی نہیں فرمایا۔ یہ اس لئے کہ زید نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیوی
دے رکھی تھی۔

———☆☆☆———

---زیدؓ کے مسئلے کا درست حل---

آیئے قارئین اس کا علمی جائزہ لیتے ہیں۔ اس آیت کے چار فقرے ہیں اور
چاروں بذریعہ عطف ایک دوسرے سے مربوط ہیں (۱) اَمۡسِكۡ عَلَيۡكَ زَوۡجَكَ (۲)
وَاتَّقِ اللّٰهَ (۳) وَ تُخۡفِىۡ فِىۡ نَفۡسِكَ مَا اللّٰهُ مُبۡدِيۡهِ (۴) وَ تَخۡشَى النَّاسَ
وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰهُ ۔ علماء کہتے ہیں کہ ان چاروں فقروں میں سے نمبر ایک اور نمبر
دو کے مخاطب تو حضرت زیدؓ ہیں لیکن تین اور چار نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن
دانشوران قرآن اس بات کو نہیں مانتے کہ گرامر کی رو سے یہ چاروں فقرے عطف کے
ذریعے جڑے ہوئے ہیں۔ اس طرح جو شخص پہلے فقرے کا مخاطب ہے وہی ۲۔۳۔۴ کا
بھی مخاطب ہے اسے تمنا عمادی کے الفاظ میں عطف الجملہ علیٰ جملہ کہا جاتا ہے۔ بات
کھل گئی کہ ان چاروں فقروں کا مخاطب زید ہی ہیں۔ کہ تقول کے فاعل خود نبیؐ ہیں
لیکن تاریخ کے اتنے طویل دورانیہ میں کوئی بھی صاحب ایمان پیدا نہیں ہوا جو دامن
نبوت پر ڈالے جانے والے ان دھبوں کو صاف کر کے اسلامی راجپالوں کا ہاتھ روک
دے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ آج بھی یہ باتیں وہ لوگ دوہرا رہے ہیں جو اپنے مذہبی
قائدین مولانا حسین احمد مدنی، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا مودودی، مولانا احتشام
الحق تھانوی اور مولانا احمد رضا خان بریلوی کی ذات میں ان کے گھریلو ماحول میں کسی بھی
گھناونی بات کا تصور بھی نہیں کر سکتے مگر عصمت اور تقدس کی ذات اور آپ کی پاکیزہ
ازواج کی بابت آج بھی ان کی زبان غلاظت اور گندگی اگل رہی ہے۔ صحیح مفہوم آیۃ

Bulandi0001_(14).jpg

احزاب (37) کی نحوی تحلیل کے بعد سرسید کے دست راس شمس العلماء سید محب الحق عظیم آبادی علیہ رحمت (1855-1952) لکھتے ہیں۔

کہ لوگوں نے یہ ظلم کیا کہ اپنی طرف سے آیت کو دو لخت کیا۔ حضرت معصوم صلے اللہ علیہ وسلم زید سے فرما رہے ہیں۔ اَمۡسِكۡ عَلَيۡكَ زَوۡجَكَ ...... وَ تَخۡشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰهُ ...... یہ سب حضرت زیدؓ سے حضورؐ کا قول ہے مگر بے وجہ بے دلیل سادہ لوحوں نے کلام کو دو لخت کیا بیچ میں وَ تُخۡفِىۡ فِىۡ نَفۡسِكَ۔ سے قول اللہ مخاطب بہ رسول فرض کرلیا اور فرض کر لینے سے یہ تہمت رسول پر ڈالی...... کہ آپ دل میں کچھ مخفی رکھتے تھے اور زید سے کچھ اور فرما رہے تھے۔ یہ اندرونی محبت کے کرشمے تھے۔ دوسرے آپ اللہ سے ڈرنے جو رسولوں کی لازمی شان ہوتی ہے کے بجائے لوگوں سے ڈرتے تھے۔ نعوذ باللہ اے اللہ تیری پناہ۔

نبی کے شان سے یہ دونوں باتیں بعید ہیں۔ نہ تو نبی کے ظاہر باطن میں فرق ہوتا ہے۔ نہ وہ ماسوائے اللہ سے ڈرتے ہیں۔ جیسا کہ رب کا فرمان ہے۔ لَا يَخَافُ لَدَىَّ الۡمُرۡسَلُوۡنَ۔ میرے پیغمبر ڈرا نہیں کرتے۔ اللہ نے اسی آیت میں فرمایا ہے مگر یہ آفت ڈھائی گئی کہ آیت کو دو لخت کرنے اور اپنے مافی الضمیر مراد لینے کی عادت سے مجبور احباب نے مسئلے کو کیا سے کیا بنادیا ہے۔...... پھر جب اپنوں کا یہ حال ہو تو معترض کیوں نہ اعتراض کی تلوار اٹھائے اس اعتراض کے جواب میں کتابیں لکھی گئیں مگر قرآن نہیں پیش کیا گیا روایت کی رنگ آمیزیوں اور شہرت پائے ہوئے علماء کی گلکاریوں نے یہ آفت ڈھائی ہے۔ (شرعۃ الحق صفحہ 297-296 سید محب الحق 1872ء طبعہ لیتھو پٹنہ پرنٹنگ پریس بانکی پور بہار) یہی موقف علامہ پرویز کا ہے (معراج انسانیت۔)

———☆☆☆———

---رسولؐ جو دے وہ لے لو---

ہمارے مولوی حضرات حدیث کو ماننے کی دلیل سورۃ حشر کی آیت (7) سے دیتے ہیں۔ وَمَاۤ اٰتٰٮكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ وَمَا نَهٰٮكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا۔ یعنی رسول جو تمہیں دے وہ لے لو جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔ رسول نے ہمیں کیا دیا؟ اللہ کی کتاب دی ہے۔ نہ کہ اُن کی وفات کے اڑھائی سو سال بعد سنی سنائی روائتوں کے وہ مجموعے جو ایرانیوں نے اپنے مقاصد کے لئے ترتیب دیئے اور انہیں حضورؐ سے منسوب کیا، جس کے متعلق حضورؐ نے اپنی زندگی میں فرما دیا تھا کہ۔ ”لا تکتبوا عنی غیر القرآن فمن کتب عنی غیر القرآن فلیمحہ“ (مسلم) میری کوئی بات نہ لکھی جائے قرآن کے علاوہ۔ جس نے لکھی ہو وہ مٹا دے۔ یہاں غور کے قابل یہ امر ہے کہ حدیثوں کی اگر دینی حیثیت ہوتی تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اس شدت کے ساتھ اس کی کتابت کو نہ روکتے۔ بلکہ اس کے خلاف اس کی حفاظت کی کوشش کرتے۔ وضع حدیث۔ ہر چند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار تاکید کے ساتھ فرمایا تھا کہ: ”جو میرے اوپر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے“ یہ قول اتنے صحابہ سے مروی ہے کہ بعض محدثین نے اس کے متواتر ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے۔ لیکن باوجود اس کے ایسے بھی لوگ تھے، جو اسی زمانہ سے جھوٹی حدیثیں بیان کرنے لگے۔ تو جیہ النظر صفحہ 246 میں ہے کہ۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں ان کے اوپر جھوٹ بولا گیا، اور عصر صحابہ میں بھی منافقین اور مرتدین تھے۔“ آپ صرف قرآن کریم لکھواتے تھے اور صحابہ کو منع کر دیا تھا کہ قرآن کے علاوہ کچھ نہ لکھا جائے۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ نے بھی ارشاد فرمایا تھا۔ اگر ہم قرآن کریم کے علاوہ بھی کچھ لکھ لیتے تو یہ امت اس لکھی ہوئی چیز میں اُلجھ کر رہ جاتی اور قرآن کریم کو چھوڑ دیتی“ (فجر الاسلام صفحہ نمبر 277)

Bulandi0001_(15).jpg

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ ...... رسول جو دے وہ لے لو یہ ارشاد قرآن کریم کے متعلق ہے۔ اللہ نے انہیں تبلیغ کا حکم بھی اسی کتاب کا دیا تھا۔ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ (5-67) اے پیغمبر پہنچا دو جو کچھ آپ کے رب نے آپ پر نازل کیا ہے۔ کچھ اور نہیں۔ اور رسول کا یہ شکوہ بھی قرآن کے متعلق ہے۔ وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا (25-30) کہ اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑا۔ یہاں بخاری، ترمذی، مسلم، ابوداؤد وغیرہ کا ذکر نہیں ہے۔ حتیٰ کہ رب نے حفاظت کا جو ذکر فرمایا ہے۔ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (15-9) یہ قرآن ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کا ذمہ لیتے ہیں۔

ملاحظہ فرمایا بخاری وغیرہ کا ذکر نہیں ہے۔ صرف قرآن کا ذکر ہے۔ اور حجۃ الوداع پر بھی حضورؐ نے آخری خطاب میں فرمایا تھا کہ میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں جس سے اگر تم متمسک رہو گے تو تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ امت کے ہر سوال کا جواب تو رب کی طرف سے ملتا تھا انہیں قرآن کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے کسی قوم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے بہتر نہیں دیکھا۔ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی میں 13 مسئلوں سے زیادہ نہیں پوچھے۔ (سیرۃ النعمان صفحہ ۱۰۴)

ظاہر ہے کہ جب قرآن کے کسی حکم کی تشریح اور وضاحت بھی قرآن کرتا تھا یا نئے دریافت کردہ مسئلوں میں بھی حضورؐ اپنے دل سے کچھ نہ فرماتے تھے بلکہ قرآن سے وضاحت ہوتی تھی، تو پھر روایات کو قرآن کی تشریح و تفسیر بھی کیوں کر کہا یا مانا جائے

☆☆☆

--- بخاری کی حلال اور حرام ---

قرآن کریم میں بڑی وضاحت سے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ کن کن عورتوں سے نکاح جائز ہے اور کن سے ناجائز ہے۔ (4-32) اب ذرا بخاری کی حلال اور حرام کی ہوئی ملاحظہ فرمایئے۔ عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اگر کسی نے اپنی سالی سے زنا کیا تو اس کی بیوی (اس کی سالی کی بہن) اس پر حرام نہیں ہوگی۔ ابو جعفر سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص لونڈے سے لواطت کرے اور لونڈے کے دخول کر دے تو اب اس کی ماں سے نکاح نہ کرے۔ اور ابن عباس سے روایت ہے کہ اگر کسی نے اپنی خوشدامن (ساس) سے زنا کیا تو اس کی بیوی اس پر حرام نہ ہوگی۔

(بخاری جلد سوم باب 54 حدیث 97)

یہاں زانی کی سزا کا کوئی ذکر ہی نہیں، البتہ اس کے لئے لذت کے مزید دروازے کھولنے کی فکر ہے۔ زبان کتنی اعلیٰ درجے کی استعمال کی ہے۔ یوں ثابت کیا ہے کہ صحابہ کرام کا اور کوئی کام دھندہ نہیں تھا وہ بھی کچھ کرتے تھے عورت، زناکاری، محبت، لونڈوں سے لواطت، دخول، عزل۔ اول تو یہ موضوعات ہی غیر ضروری ہیں، اگر مجبوری تھی تو کوئی متبادل لفظ استعمال کرتے۔ مگر وہ بھی ایرانی تھے اہل زبان تو نہ تھے۔ اہل زبان کی تو یہ حالت ہے کہ وہ کھلے لفظوں میں یہ بھی نہیں کہتے کہ (انا رافع ابول) میں پیشاب کرنے چلا۔ کہتے ہیں۔ ارید رشح الماء۔ میں پانی چھڑکنے یا طیر الماء پانی ٹپکانے جا رہا ہوں۔ تو وہ کھل کر کیسے کہہ سکتے تھے کہ فَمَنْ يَلْعَبُ بِالصَّبِيِّ إِنْ أَدْخَلَهُ فِيهِ۔ جو کھیلے بچے سے اور اس میں داخل کر چکے ہوں تو .... یہ ہے نتیجہ زبان نہ جاننے کا۔ بہر حال وہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اغلام باز تھے۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔ پتہ نہیں یہ کتابیں کب تک ہم میں موجود رہیں گی اور اللہ کے بندوں کو گمراہ کرتی رہیں گی۔

ختم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم پر جادو

اللہ تعالیٰ نے کائنات تخلیق کی، اس میں انسان کو پیدا کیا انسان کی راہنمائی کے لئے پیغمبر بھیجے اور اُن پر کتابیں نازل کرتا رہا۔ پیغمبروں کے انتقال کے بعد مذہبی پیشوا اپنے اپنے ذاتی مفادات کی خاطر وحی الٰہی میں اپنے خیالات کی آمیزش کرتے رہے۔ حتیٰ کہ اللہ کے آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اُن پر آخری کتاب نازل ہوئی۔ باطل کو شکست فاش ہوئی اندھیرے روپوش ہوگئے اور وحی کی روشنی سے یہ دنیا جگمگا اٹھی۔ یہ صورت حال شکست خوردہ عناصر کو قبول نہ تھی، اُن کے سینوں میں انتقام کی آگ اندر ہی اندر سلگ رہی تھی۔ وہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔

قرآن کریم جس کی حفاظت کا دعویٰ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیا تھا اُس میں تو یہ لوگ ردوبدل تاقص وزائد نہ کر سکے۔ انہوں نے اپنے انتقامی ارادوں کو اقوال رسول کا لبادہ اوڑھایا اور اس کا نام وحی غیر متلو یا خفی رکھ کر ہمارے لٹریچر میں بھر دیا۔ جس قول کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے منسوب کر دیا جائے پھر ہمارے ہاں اُس پر تحقیق کو گناہ سمجھا جاتا ہے۔ مگر ہر دور میں اللہ کے کچھ ایسے بندے میدان میں آتے رہے ہیں جو باطل کو دفن کرتے رہے اور حق کو ظاہر کرتے رہے۔ مگر باطل پھر سر ابھار کر نمودار ہوتا رہا۔

قرآن حکیم اور فقہا کی سوچ میں حریفانہ چپقلش دیرینہ ہے۔ قرآن اپنے کہے کو تضاد سے بالاتر ٹھہراتا ہے۔ جبکہ فقہا اس معاملہ میں اپنی حکمرانی جتلانے کے لئے پہلوانی کے گر آزماتے رہے ہیں مثلاً (۱) قرآن فرماتا ہے کہ اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا (17-47/25-8) یہ ظالم کہتے ہیں کہ اے مسلمانو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ "جادو کے مارے ایک انسان کے پیچھے چل پڑے ہو؟" حالانکہ

جادو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر کیا اثر انداز ہوتا، وہ تو عام انسان پر بھی اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ وَ لَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى (20-69) جادوگر لاکھ بھی زور لگائے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ان عجمی مفسرین کہتے ہیں کہ لبید بن اعصم یہودی نے آپ صلے اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا اس کی تاثیر اتنی طاقتور تھی کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا دماغ مختل ہو گیا اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم چھ ماہ کے لگ بھگ دماغ رفتہ رہے حتیٰ کہ بیویوں سے مقاربت کرتے تو بھول جاتے کہ مقاربت ہوئی بھی ہے یا نہیں اور کھانا پینا بھی بھول جاتے تھے۔ و اخذ عن النساء و الطعام و الشراب.

(بخاری و فتح الباری 435-24)

جادو تو پوری اُمت پر ہوا ہے، کہ رب کا کہا تو اثر انداز نہیں ہوا کہ میرے رسول کو مسحور کہنے والے ظالم گو ہیں (17-47 25-8) مگر (بخاری) کا کہنا ہم پر اثر کر گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جادو ہوا تھا اور وہ چھ ماہ دماغ رفتہ رہے۔ پھر سورۃ الفلق اور سورۃ والناس کی وجہ سے انہیں جادو سے نجات ملی۔ یا ساتر العیوب۔

جادو کے اثر سے حضورؐ بھولے بھی تو کسی سے کیا ہوا وعدہ یا کوئی اور ضروری کام نہیں بھولے بلکہ و اخذ عن النساء۔ بیویوں سے صحبت کرتے تو بھول جاتے کہ صحبت کی بھی ہے یا نہیں۔ واہ ایرانیو! تم نبی کی قدر کیا جانو کہ تمہارے ہاں تو نبی آیا ہی نہیں۔ یہ ہے وہ انتقام کی آگ کہ جہاں موقع ملا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اور صحابہ کرام کی ایسی تصویر کھینچی کہ ایسا کوئی اس زمانے کا آدمی بھی نہ ہوگا۔ کیا ربع دنیا پر اسلام پھیلانے والے، جنسی، بیفس تھے؟ کیا جنس زدہ لوگ ایسا کارنامہ انجام دے سکتے تھے۔؟ آپ کسی کو بالجبر مسلمان نہیں کر سکتے، نہ کوئی آپ پر ایمان لا سکتا ہے الا آپ کے بہتر اخلاق اور حسن سلوک کو دیکھ کر کوئی آپ کی طرف مائل ہوا اور ہوا بھی یہی کچھ۔ مگر حدیث نے ان ہستیوں کی جو تصویر پیش کی ہے وہ تو اس قابل نہیں کہ ہم کسی کے سامنے پیش کریں۔ جبکہ رب حضورؐ کے متعلق فرماتا ہے۔ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (68-4) بلاشبہ آپ اخلاق کی اعلیٰ بلندیوں پر فائز ہیں۔

سرِ کارِ دوعالمؐ کو گالی---

ہمارا ایمان ہے کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم قبل از نبوت بھی ہر قسم کی برائیوں اور فواحشات سے دور رہے۔ حالانکہ اس وقت بھی معاشرے میں ہر قسم کی برائیاں اور فواحشات موجود تھے۔ قرآن میں رب اُن کے کردار کی شہادت دیتا ہے۔ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا تو کفار مکہ نے معجزہ طلب کیا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (10-16) میں نے تم میں زندگی گزاری ہے۔ (ذرا اس پر نظر ڈالو کیا میں نے کوئی غلط کام کیا ہے کسی سے وعدہ خلافی کی ہے، کسی کا حق مارا ہے؟) بھلا تم اس بات کو کیوں نہیں سمجھتے؟ اور اللہ یہ بھی فرمایا کہ اے نبی۔ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ آپ اخلاق کی بلندیوں پر فائز ہیں۔ اب یہ دیکھئے کہ انتقام لینے والوں نے اللہ کے اس بزرگ و برتر پیغمبر کو کہاں لا کھڑا کر دیا۔

امام اوزاعی اور ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ ہم سے کہا ابی اُسید نے کہ ایک بار (مدینہ سے) باہر آنحضرتؐ کے ساتھ ہم نکلے ایک احاطہ والے باغ پر پہنچے جس کا نام شوط تھا وہاں جا کر دو اور باغوں کے بیچ میں بیٹھے، آپؐ نے ہم لوگوں سے فرمایا تم لوگ یہیں بیٹھو اور آپؐ باغ کے اندر تشریف لے گئے۔ وہاں جونیہ عورت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی گئی۔ اُس کو کھجور کے باغ میں ایک گھر میں اتارا گیا تھا۔ اس عورت کا نام امیمہ بنت نعمان شراحیل تھا اس کے ساتھ اس کی انا کھلائی بھی تھی۔ اس کا نام معلوم نہیں ہوا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اُس کے پاس تشریف لے گئے آپؐ نے فرمایا ھبی نفسک لی اپنا آپ مجھے بخش دے۔ اس نے کہا

"جا، کہیں بادشاہ زادیاں بھی اپنا آپ بازاریوں یعنی (رعیت) کو بخشا کرتی ہیں؟" آپ نے (اس سخت کلمے پر بھی پیار سے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کے دل کو تشفی ہوئی) وہ کیا کہنے لگی میں تم سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا تم نے ایسے کی پناہ لی جو پناہ لینے کے قابل ہے۔ اور آپؐ باہر آ گئے آپؐ نے فرمایا ابی اُسید اس کو ایک جوڑا کپڑے کا دے دے اور اس کو اس کے گھر والوں کے ہاں پہنچا دے۔ اور حسین بن ولید نیشاپوری نے (جس سے امام بخاری نہیں ملے) اس حدیث کو عبدالرحمن بن غسیل مذکور سے روایت کیا۔ سہل بن سعد اور ابی اُسید رضی اللہ تعالی عنہما سے دونوں نے کہا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے امیمہ بنت شراحیل سے نکاح کیا جب وہ آپ کے پاس لائی گئی آپ نے اس پر ہاتھ رکھا تو اس (کم بخت بدنصیب) کو برا لگا آپ نے ابی اُسید سے فرمایا کہ ایک سفید جوڑا کپڑوں کا اس کو (احسان کے طور پر) دے دو۔

(صحیح بخاری شریف جلد سوم پارہ 22۔ کتاب الطلاق حدیث نمبر 157)

یارب ایسے لوگوں پر آپ آسمان سے پتھر کیوں نہیں برساتے جو آپ کے نبی کے کردار کو مسخ کر رہے ہیں۔ ذی وقار ہستیوں کی توہین کر رہے ہیں۔ انتقامی طور پر جلدی میں اس من گھڑت افسانے میں کئی خامیاں ہیں (1) امیمہ یا جونیہ اگر منکوحہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم تھی تو یہ احاطہ (شوط) کھجوروں کے جھنڈ میں کیا کر رہی تھی، اس کو تو حرم نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں ہونا چاہیے تھا (2) اگر جونیہ کے ساتھ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوا تھا تو ظاہر ہے قرآن کے مطابق باہم رضامندی سے ہوا ہوگا نہ کہ زبردستی کیونکہ اللہ کا حکم ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا (4-19) اے ایمان والو! تم پر حلال نہیں کہ تم عورتوں کے جبراً مالک بن جاؤ۔ جو تم سے کراہت کرتی ہوں۔ اگر یہ عورت منکوحہ ہوتی تو نکاح میں ایجاب و قبول ہوا ہوگا، قبول کئے ہوئے شخص کو وہ جھڑک کیسے سکتی ہے؟ حضور ضرور کہتے کہ نکاح میں تم نے مجھے قبول کیا

اب بازاری کہہ رہی ہو؟۔ اللہ تو شہادت دیتا ہے کہ حضورؐ اتباع کرتے تھے احکامِ الٰہی کی جو قرآن کی دفتین میں موجود ہے۔ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی (6-50) میں کسی چیز کی پیروی نہیں کرتا سوائے اس کے جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ تو اللہ کی شہادت، اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان غلط نہیں ہو سکتا، اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جونیہ سے نکاح کیا ہوتا تو باہم رضا مندی سے کیا ہوتا تب وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ دھتکارتی۔ اور دار نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں بیٹھی ہوتی کھجوروں کے جھنڈ میں نہ بیٹھی ہوتی۔ یہ بھی مجوسیوں، کا بنایا ہوا افسانہ ہے۔

علاوہ اس کے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کسی منکوحہ کو طلاق دے ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مطلقہ پھر زندگی بھر کسی سے شادی کر ہی نہیں سکتی تھی اس لئے کہ اللہ نے کہہ دیا کہ و ازواجہ امھتھم (33-6) اور پیغمبر کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی بیوی کو طلاق دی ہی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اس کہانی کے آخری راوی ابی اُسید ہیں۔ اس نے بتایا نہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتک اور بے عزتی کی یہ شرمناک داستان خود اُسے سنائی (کہ اُن کے ساتھ جھنڈ میں کیا پیش آیا) یا جونیہ نے اس واقعہ کو مشتہر کیا۔ اس کی تفاصیل باہر کیسے آئی، کیا ابی اُسید کہیں کان لگا کر سن رہے تھے؟ یا کسی سوراخ سے تمام صورت حال کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ اگر ایسا واقعہ ظہور پذیر ہوا ہوتا تو دونوں کو خاموش رہنا چاہیے تھا۔ مگر انتقام لینے والوں نے پہلے افسانہ بنایا پھر اسے تشت از بام کیا اور ہمیں یہ باور کرایا کہ بعد از قرآن یہی اصح الکتب ہیں ان کو نہ ماننے والا مسلمان نہیں رہتا۔ آخر میں ہمارے زخموں پر یہ پٹی رکھی کہ جونیہ بازاری عورت نہ تھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی منکوحہ تھی جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ لگانے نہ دیا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی۔ نہ یہ سوچا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی آزاد کردہ عورت سے کوئی شادی کر ہی نہیں سکتا تھا اور یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی بیوی کو طلاق دی ہی نہیں۔ اس عورت کا تاریخ میں کوئی ذکر ہی نہیں، قارئین بخاری میں جو اس عورت سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی

دلائی گئی ہے۔ اس کے عربی الفاظ ملاحظہ ہوں۔ وَ ھَلْ تَھَبُ الْمَلِکَۃُ نَفْسَھَا لِلسُّوْقَۃِ؟۔ کیا کسی ملکہ نے اپنا آپ سونپا ہے کسی بازاری شخص کو؟۔ قارئین کرام جس کتاب میں حضورؐ کے لئے اس قسم کی گالیاں ہوں کیا وہ اس قابل ہے کہ کوئی مسلمان اسے گھر میں رکھے؟۔ یہ ہے وہ ذخیرہ جہاں سے راجپال اور رشدی وغیرہ کو غذا ملتی ہے۔ رشدی میں اتنی غیرت تھی کہ اپنی اس واہیات اور لچر باتوں کو نہایت مناسب نام دیا (شیطانی آیات) لیکن جس مخزن سے اس نے یہ مواد لیا ہے اسے کیا نام دینا چاہیے؟

یہ ہے فارس کا انتقام کہ وہ ہستی کہ جس کے کردار پر دشمن انگلی نہیں اٹھا سکتا تھا ذرا غور کریں ایسا شخص جس نے حسن یوسف رکھتے ہوئے بھرپور جوانی کے عالم میں مردانہ حسن و جمال اور شوکت جسمانی کے باوجود عرب کی گرم آب و ہوا میں رہ کر ایک زیادہ عمر والی بیوہ کے ساتھ نکاح کیا اور عمر گزاری۔ جو ساری زندگی یتیموں اور بیواؤں کو سہارا دیتے رہے آج اسے عجمی اماموں نے "راسپوٹین" کے برابر لا کھڑا کیا۔ جب قریش مکہ (ابوجہل اور ابوسفیان) حبشہ (اتھوپیا) گئے مال تجارت لے کر تو حبشہ کے شاہ سے ملے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف مدد مانگی۔ شاہ حبش نے کہا مدد تو میں دے دوں گا مگر یہ بتاؤ کہ وہ آدمی کیسا ہے؟ سرداران قریش نے کہا، آدمی تو بہت کھرا اور سچا ہے بس یہ نقص ہے کہ اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہتا ہے۔ شاہ حبشہ نے کہا میں ایسے شخص کے خلاف مدد نہیں دے سکتا۔ کہ دشمن بھی اس کی سچائی اور کھرے پن کا اقرار کر رہے ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ یہ بھی سچ کہہ رہا ہو کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ لیکن فارس اُن کی کیا تصویر پیش کر رہا ہے العیاذ باللہ۔

------------☆☆☆------------

---صحابہ کرامؓ کا کیریکٹر سرٹیفکیٹ اللہ کی طرف سے---

اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنہوں نے سب سے پہلے دنیا میں اسلامی مملکت یا قرآنی معاشرہ کی عملی تشکیل کی ان کی روش آنے والوں کے لئے مشعل راہ قرار پائی قرآن کریم نے ان سب کو مومن حقا قرار دیا ہے۔ اس لئے ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم ان سب کو پکے اور سچے مومن سمجھیں اور کسی ایک میں بھی فرق نہ سمجھیں وہ سب یکساں عزت اور احترام کے حقدار ہیں۔ اگر تاریخ میں کوئی بات ملتی ہے جو اس جماعت کی کسی ایسی خصوصیت کے خلاف جاتی ہے۔ جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ تو ہمیں اس تاریخی بیان کو ناقابل قبول قرار دینا ہوگا۔ کیونکہ وہ قرآن کی شہادت کے خلاف ہوگا۔ ہمیں رب نے قرآن پر ایمان لانے کو کہا ہے نہ کہ تاریخ پر۔

اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں رب فرماتا ہے وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (9-100) جن لوگوں نے سبقت کی مہاجرین اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے اور ان کے لئے باغات ہیں جنت کے۔ جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

اللّٰہ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ (8-63) اللہ نے مومنین کے دلوں میں اس قسم کی باہمی الفت ڈال دی جو دنیا جہاں کی دولت خرچ کرنے پر بھی (اے نبی) تمہیں حاصل نہیں ہوسکتی تھی۔

یہ تھی اللہ کی شہادت، اللہ کا کیریکٹر سرٹیفکیٹ جسے صحابہ کرامؓ کے بارے میں اللہ نے پیش کیا، جنہیں اللہ نے دنیا میں جنت کی بشارت دی تھی۔ اس سے بڑھ کر شہادت اور کیا ہوگی؟ حضور نے بھی فرمایا تھا کہ اصحابی کالنجوم (میرے اصحاب مثل نجوم "تارے" ہیں) اب اگر کوئی ان کے کردار پر کیچڑ اچھالے تو وہ گندگی کھاتا ہے جہنم میں اپنا ٹھکانا بناتا ہے، چاہے اس کا نام مسلمانوں جیسا ہو یا عیسائیوں اور یہودیوں کی طرح، چاہے وہ مکہ مدینہ کا رہنے والا ہو یا بلخ بخارا، سمرقند کا۔

☆☆☆

---جہاد میں عورت کی تلاش---

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: كنا نغزو مع النبی صلے اللہ علیہ و سلم و لیس معنا نساء فقلنا الا نختصی ؟ فنهانا عن ذلك فرخص لنا بعد ذلك ان نتزوج المرأة بالثوب، ثم قرا (یا ایها اللذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جایا کرتے تھے، اور ہمارے ساتھ عورتیں نہ تھیں (جن سے ہم اپنی خواہش بجھاتے) ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم اپنے آپ کو خصی کیوں نہ کر لیں (خص کم جہاں پاک) آپ نے منع فرمایا (اسی سفر میں) آپ نے ہم کو یہ اجازت دی کہ ایک کپڑا دے کر بھی ہم عورت سے نکاح کر سکتے ہیں۔ یعنی متعہ۔ اس کے بعد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیہ پڑھی (يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ (5-87) (بخاری جلد دوم باب 673 - حدیث نمبر 1723) اور حدیث صحیح مسلم صفحہ نمبر 451 مطبوعہ دہلی میں سبرہ جہنی کی روایت ہے کہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی اجازت دی تو میں اور ایک ساتھی بنی عامر کی ایک

Bulandi0001_(20).jpg

عورت کے پاس اکٹھے گئے اور اس سے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ اس سے اُجرت کے متعلق دریافت کیا، میں نے کہا کہ میں اپنی چادر دوں گا۔ میرے ساتھی نے کہا کہ وہ اپنی چادر دے گا۔ اس کی چادر میری چادر سے اچھی تھی لیکن میں اس کی نسبت جوان تھا۔ وہ عورت جب اس کی چادر کی طرف دیکھتی تھی تو اس کی طرف مائل ہوتی تھی۔ اور جب میری طرف دیکھتی تو مجھے پسند کرتی۔ بالآخر اس نے کہا کہ تم اور تمہاری چادر میرے لئے کافی ہے۔ چنانچہ تین روز تک میں اس کے پاس رہا۔

(صحیح مسلم شرح نودی جلد چہارم ص ۱۷ کتاب النکاح)

غور کیجئے کہ امام بخاری اور امام مسلم نیشاپوری (ایرانی) صحابہ کبارؓ کے کردار کا کیا نقشہ کھینچ رہے ہیں؟ آج کل پاکستانی فوج کے دستے اقوام متحدہ کے زیر کمان صومالیہ اور بوسنیا جاتے ہیں۔ اور اپنے سرحد پر بھارتی فوجوں کے آمنے سامنے ایک سال سے زیادہ عرصہ رہے۔ سیاہ چین پر بھی عرصے سے مقیم ہیں۔ کیا انہوں نے بھی اپنے کمانڈر سے خصی ہونے کی خواہش کا اظہار کیا؟ ملاحظہ فرمایا عجمی اماموں کی بے سروپا روایتوں کو انہوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ پڑھنے والے کیا یہ نہیں سوچیں گے کہ صحابہ کرام اتنے پست کردار کے مالک تھے وہ جہاد جیسے فریضہ کی ادائیگی کے لئے گئے تھے کوئی پکنک پر نہیں گئے تھے، میلے میں نہیں گئے تھے کہ وہاں شہوت مٹانے کے لئے عورتیں ڈھونڈتے رہے وہاں چند دن بغیر عورت کے نہیں رہ سکتے تھے؟ لگے عورتیں تلاش کرنے اور جب عورتیں نہ ملیں تو رسول اللہ سے شکایت کی کہ کیا ہم **فقلنا الا نختصی** ۔ اپنے آپ کو خصی نہ کرلیں؟ عورت جو نہیں ملتی۔ (**و لیس معنا نساء**) اس قسم کی حدیثیں اور روائتیں پڑھ کر مسجد جہانگیری (جہانگیر روڈ کراچی) کے پیش امام نے کہا تھا کہ اگر یہ واقعات سچے ہوں اور پھر بھی صحابہ کرام بخشے جائیں گے تو ہم تو وہاں اڑ جائیں گے کہ جنت میں جانے کے لئے ہمارے لئے سواری کا انتظام ہونا چاہیے۔ کیونکہ ہمارا کردار تو ان سے بہت اونچا ہے۔ ایرانیوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ ان جھوٹی داستانوں کو پڑھ کر ہماری قلعی کھل جائے گی کوئی بھی یقین نہیں کرے گا۔ اتنے پست کردار کے مالک بھلا

ایران جیسی سپر پاور کو فتح کر سکتے ہیں؟

جو تصویر عجمیوں نے اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پیش کی ہے، کیا رب ایسے ہی لوگوں سے راضی ہوئے اور انہیں دنیا میں جنت کی بشارت دی تھی؟

اے جہنم تو کیوں نہیں اہل روایات پر انگارے برساتا ہے، آسمان تو کیوں جامد و ساکت ہے کیوں نہیں عصمت نبی کو تار تار کرنے والوں اور اصحابہ کرامؓ کی توہین کرنے والوں پر پتھر برساتا ہے، اے زمین تم نے کیوں نہیں اہل روایات کو نگلا۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار

---☆☆☆---

---افسانۂ افک---

زبانی بدگوئی کتنی ہی دل آزار ہو وقت کے ساتھ ساتھ وہ وادی فراموش میں تحلیل ہو جاتی ہے، لیکن اگر کردار کشی کو تحریری شکل دی جائے اور ماخذ کی کتابوں میں محفوظ کر لیا جائے، تو جب تک ان کتابوں کا وجود باقی ہے دل آزاری تازہ بہ تازہ ہوتی رہے گی۔ ہماری کتب میں پارسا و پاکیزہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو وا غدار بتایا گیا ہے۔ ایسی باتیں لکھی گئیں ہیں کہ حیا منہ کو آتی ہے۔ مرحوم محمد اسلام صاحب نے ایسے ہی واقعات کو جمع کر کے کتابی شکل دی تھی سنا اُس کے سرورق پر لکھا تھا۔ چند حدیثیں جو مسلمان بہنوں اور بیٹیوں کو پڑھائی جائیں۔ لیکن حقیقت میں وہ ایسی حدیثیں تھیں کہ بے حیا سے بے حیا اور ماڈرن سے ماڈرن مسلمان خودکشی کرنا تو قبول کر لیتا مگر بہنوں، بیٹیوں حتیٰ اولاد نرینہ سے بھی اُس کتابچے کو دور رکھتا۔ ان کتابوں کو ماننے والے اور تخلیق کرنے والے، کہنے کو تو ہم سے آواز ملا کر کہہ دیتے ہیں کہ یہ منافقین عجم کی کارستانی ہے۔ لیکن جب انہیں بتایا جائے کہ یہ سب خرافات ہماری کتابوں میں درج ہیں، تو کیا ان کو لکھنے والے بھی منافق

Bulandi0001_(21).jpg

تھے؟ تو تیغ پا ہو جاتے ہیں اور مرنے مارنے پر اتر آتے ہیں اور محلہ میں مشہور کر دیتے ہیں کہ فلاں زندیق ہے، کافر ہے، مرتد ہے کیونکہ حدیثوں کو ماننے سے انکار کرتا ہے۔ جب جاوید احمد غامدی صاحب سے "آغاز" کے سٹیج پر کہا گیا کہ جب آپ اور آپ کے ساتھی تسلیم کرتے ہیں کہ فلاں فلاں حدیث اسرائیلیات ہیں، تو جب بخاری کا نیا ایڈیشن چھپتا ہے تو اس میں اس قسم کی حدیثیں نکال کیوں نہیں دی جاتیں؟ جواب دیا کہ اگر اس قسم کی حدیثیں ہم نکالنا شروع کر دیں تو بخاری میں بچے گا کیا؟ بالکل درست کہا کچھ نہیں بچے گا۔

بخاری میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم غزوۂ **بنی المصطلق** سے مدینہ واپس تشریف لا رہے تھے تو جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو رات کے وقت کوچ کیا۔ اس وقت حضرت عائشہ قضائے حاجت کے لئے لشکر سے باہر تشریف لے گئیں۔ لوٹتے وقت انہوں نے دیکھا کہ ان کا ہار گم ہو گیا وہ اسے ڈھونڈنے لگ گئیں ادھر قافلے والوں نے ان کا ہودج اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا اس وقت عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں کیونکہ کھانے کو بہت کم ملتا تھا۔ علی کل حال قافلے والے چلے گئے اور وہ ہار تلاش کرتی رہیں۔ جب واپس آئیں تو کسی کو نہ پایا صرف صفوان بن معطل رہ گیا تھا جس کی ڈیوٹی تھی کہ قافلے سے رہ جانے والی چیزوں کو اکٹھا کر لیا کرے۔ اس نے حضرت عائشہؓ صدیقہ کو پہچان لیا کیونکہ آیہ پردہ سے پہلے دیکھا تھا۔ بہر حال اس نے عائشہؓ صدیقہ کو اپنی اونٹنی پر اپنے پیچھے بٹھایا۔ اس واقعہ پر عبداللہ بن ابی سلول منافق نے تہمت کے تیر چلائے۔ اور طرح طرح کی باتیں ہونی لگیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے گھر کے خداموں سے دریافت کیا اسامہ زید اور بریرہ نے حلفیہ کہا کہ عائشہ بالکل بے عیب ہیں۔ بعد میں آیہ نازل ہوئی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ (24-11) جو لوگ تہمت لے کر آپ کے پاس آئے ہیں اسے برامت سمجھو یہ تمہارے لئے خیر کا باعث ہے جو انسان بدی کماتا ہے بدی کا حساب ضرور

ہے۔ یہ آیہ اپنے مفہوم میں پیچیدہ ہے نہ ہی ناقابل فہم۔ اس میں کسی کا نام لئے بغیر عام احکام کی طرح ایک حکم کی قانونی وضاحت ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اسے کسی پس منظر سے مربوط کرنا غیر مناسب اور اور زیادتی ہے۔ کیونکہ یہ پس منظر سارا غلط ہے۔ مثلاً (1) ہودج (کجاوا۔ محمل) اٹھانے والوں نے ہودج اٹھاتے وقت محسوس ہی نہیں کیا کہ ہودج میں حضرت عائشہؓ ہیں یا ہودج خالی ہے؟ دیکھئے دروغ بیانی پر کس طرح پردہ ڈالا جاتا ہے۔ (اس وقت عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں کیونکہ کھانے کو بہت کم ملتا تھا) اللہ کے نبی حضور صلے اللہ علیہ وسلم مالدار تھے باپ دادا سوداگر تھے خاص کر (5) ہجری میں تو آپؐ تھے ہی امیر اس لئے اپنی بیوی کو بھوکا نہیں رکھ سکتے تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان جھوٹوں کی پول کھولتا ہے۔ **وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى** (93-8) میں نے تمہیں نادار پایا تو مالدار بنایا۔ ایک مالدار جدی پشتی سوداگر کی بیوی کو کھانے کے لئے بہت کم ملتا تھا؟ یہ پشت بندی صرف ایک جھوٹ کو سچ بنانے کے لئے کی جا رہی ہے۔ عائشہ صدیقہ کو بدنام کیا جا رہا ہے کیوں کہ وہ ایک ایسی ہستی کی بیٹی ہیں کہ جس کے متعلق شیعوں (ایرانی مذہب) کا یقین ہے کہ وہ غاصب ہیں انہوں نے حضرت علی کا حق خلافت غصب کیا ہے۔ اس تمام واقعہ کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں ہے، محدثین تو پنجے جھاڑ کر بی بی عائشہؓ کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ اس جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے ان ہی کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دیگر اہل خانہ کی طرح حضرت علیؓ سے بھی پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت علی نے کہا آپ پریشان نہ ہوں آپ کے لئے عورتیں بہت ہیں۔

یہ بھی سوچنا چاہیے کہ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی کوئی کمانڈر یا دیگر افسران اپنی بیویوں کو میدان جنگ میں نہیں لے جاتے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ میں تشریف لے گئے تھے پکنک پر تو نہیں جا رہے تھے کہ اپنے ساتھ بیگم کو لے جاتے اور صرف چند دن کی بات تھی۔ جنگ میں فتح اور شکست کا امکان تو لگا رہتا ہے۔ شکست کی صورت میں زنان خانہ وبال بن جاتا ہے۔ پسپائی کے وقت زنان خانہ کا

Bulandi0001_(22).jpg

دشمن کے ہاتھوں میں چلے جانے کا دھڑکا ہر وقت لگا رہتا ہے۔ جس طرح تموچن (چنگیز خان) پر باطور خان نے حملہ کیا تھا اور تموچن کی بیوی بورتہ کو لے گئے وہ کوئی دو ماہ وہاں رہی تھی تموچن نے شب خون مار کر بیوی کو چھڑا لیا وہ حاملہ تھی پہلوٹی کا بچہ پیدا ہوا جوجی خان تو چنگیز بھی شک کرتا رہا کہ وہ دشمن کا نطفہ ہے۔ راؤ ہلکر پسپا ہوئے اور عورتیں ٹیپو سلطان کے ہاتھوں آ گئیں۔ جو احترام سے واپس کی گئیں۔ مگر راؤ ہلکر انہیں لینے کے لئے تیار نہیں ہوا۔ کیا حضورؐ جو کائنات کے اسرار جانتے تھے اتنی سی بات نہیں جانتے تھے کہ عورتوں کا میدان جنگ لے جانا درست نہیں۔ یہ دشمنوں کی اڑائی ہوئی ہے ہمارے پیغمبر کو بدنام کرنے کے لئے کہ وہ پانچ دس دن بھی بغیر بیگمات کے رہ نہیں سکتے تھے۔ قرعہ ڈال کر بیوی کو ساتھ لے جاتے تھے۔ پھر بیوی سے ایسے غافل رہے کہ دوسرے دن دو پہر کو بھی انہیں علم نہ ہوا کہ بیوی غائب ہے۔ اتنی سی بات تھی کہ وہ جھاڑیوں میں گئیں فراغت کے بعد نکلی تو قافلہ غائب، صفوان بن معطل آیا اور انہیں پہچان کر اونٹنی پر بٹھایا ایک روایت میں ہے کہ اپنے پیچھے بٹھایا دوسری میں ہے کہ وہ پیدل ساتھ ساتھ چلتا رہا، اتنا فاصلہ بڑھ گیا کہ دوسرے دن دو پہر کو یہ دونوں پڑاؤ میں پہنچے؟ اور حضورؐ اپنے خیمہ میں گئے ہی نہیں۔ نہ کسی نے بتایا نہ انہیں پتہ چلا کہ بی بی عائشہ غائب ہے؟

اس روایت میں ایرانیوں نے یہ بھی ثابت کیا کہ حضورؐ کو غزوات میں جاتے وقت ساتھیوں کے چناؤ کی بھی پہچان نہ تھی ہر ایرے غیرے کو ساتھ لے جاتے تھے حتیٰ کہ عبداللہ بن ابی سلول جیسے منافق کو بھی ساتھ لے گئے جو ان کی بدنامی کا باعث بنا۔ یہ اور اس قسم کی دیگر روایات ایرانی فیکٹریوں کا من گھڑت مال ہے۔

رہی سورۃ نور کی آیہ تو بالائی آیات سے گیارہ تک ایک ہی موضوع چل رہا ہے تیسری آیہ میں اپنی بیویوں پر تہمت لگانے والوں کی سزا کا بیان ہے۔ لیکن عجم نے زوجہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو بدنام کرنا تھا اور ایسا بدنام کرنا تھا کہ اس کا اشارہ قرآن میں بھی ملے سو کر دیا۔ نہ تو اس واقعہ کا کوئی وجود ہے اور نہ ہی آیہ کا اس سے

کوئی تعلق ہے۔ یہ عجمی دماغوں کی اختراع ہے۔ اور ہم ہیں کہ اس کو سچ مانتے چلے آ رہے ہیں۔ بخاری میں یہ روایت کئی صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ میں برابر روتی رہی نہ مجھے نیند آتی تھی ان ایام میں میرا خیال ہے حضورؐ مجھ سے کھنچے کھنچے رہتے تھے باہر سے ہی خیریت پوچھ کر چلے جاتے تھے۔ میری ماں نے مجھے تسلی دی کہ کوئی بات نہیں جو خوبصورت ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں تو ایسی باتیں بنتی ہیں۔ (باب نمبر 104 روایت نمبر 1300)

چند حدیثیں ایسی بھی ہیں جن کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ یہ ضعیف ہیں۔ جب تسلیم کر لیا کہ ضعیف ہیں تو نئے اڈیشن سے ان احادیث کو نکال کیوں نہیں دیتے؟ یہ اب تک چلی آ رہی ہیں، اور ضعیف نا قابل عمل بھی کہلاتی ہیں۔ اللہ کا کلام خود مکتفی ہے قرآن کی آیت کا اطلاق بخاری اور مسلم یا کسی انسان کے بیان کردہ مفاہیم پر نہیں ہو گا۔ بلکہ قرآن کے اندر ہی ہوگا۔ قرآن کریم کسی بخاری کی تشریح کا محتاج نہیں۔

———☆☆☆———

—گناہ کرو ورنہ مٹا دیئے جاؤ گے—

بات بڑی واضح ہے کہ اسلام کی آمد ایک عظیم انقلاب تھا۔ جس کی رو سے ہر مفاد پرست گروہ کے ہاتھوں سے اقتدار چھن کر تمام اختیارات قانون الٰہی کے ہاتھ آ جاتے ہیں اور کوئی انسان نہ کسی دوسرے کا محکوم یا محتاج رہتا تھا نہ قیصر و کسریٰ کی سطوت باقی رہتی تھی، نہ نظام خانقاہیت کی فریب کاری کو اجازت مل سکتی تھی، نہ احبار و رہبان (علماء و مشائخ) کو اپنی سیادت و قیادت قائم کرنے کی اجازت تھی۔ یہ نظام ان تمام مفاد پرست جماعتوں کے خلاف ... علان جنگ تھا۔ اس لئے انہوں نے اسلام کے ہاتھوں شکست کھائی تو اس قسم کی روایات وضع کر کے عام کر دیں، یہاں تک کہ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ:

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر تم ایسے ہو جاؤ کہ گناہ تم سے سرزد ہی نہ ہو تو اللہ تمہیں زمین سے ہٹا دے اور تمہاری جگہ ایک دوسرا گروہ پیدا کر دے جس کا شیوہ یہ ہو کہ گناہوں میں مبتلا ہو اور پھر اللہ سے بخشش و مغفرت کی طلبگاری کرے۔ (مسلم عن ابو ہریرہؓ) (جامع ترمذی جلد دوم ص479 دار الاشاعت کراچی)

اس کے بعد اور کیا رہ جاتا ہے۔ قرآن کا سارا زور اس پر ہے کہ گناہ کے کاموں کے نزدیک مت جاؤ۔ اور حدیث کہہ رہی ہے کہ اگر نہ کرو گے تو مٹا دیے جاؤ گے۔ کیا اس کے بعد بھی حدیث ماننے والوں پر حقیقت آشکارا نہیں ہوئی۔؟ گناہ گاروں کے متعلق رب نے فرمایا۔ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (29-40)

آخر کار ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ میں پکڑا پھر ان میں سے بعض پر ہم نے پتھراؤ کی ہوا بھیجی، اور کسی کو ایک زبردست دھماکے نے آلیا، کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا، کسی کو ہم نے غرق کیا اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا مگر وہ خود ہی اپنے پر ظلم کر بیٹھے اس موضوع پر بہت آیات ہیں، ہم نے ایک ہی آیت پیش کی کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ گناہ گاروں کے ساتھ کیا کرتے ہیں اور بخاری و جا معتم انہیں خوشخبری دے رہے ہیں کہ گناہ کرو ورنہ مٹا دیے جاؤ گے اور تمہاری جگہ وہ لوگ لیں گے جو گناہ کریں گے اور بخشش مانگیں گے۔

☆☆☆

---کنواری سے شادی کر لیتے---

پتہ نہیں یہ لوگ اللہ کو کیا جواب دیں گے۔ کیونکہ اس دروغ گوئی کے ساتھ ساتھ یہ بھی لکھتے ہیں کہ۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے قصداً مجھ پر

جھوٹ بولا اُس نے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنایا (ترمذی باب دوم حدیث۔555) عقل شعور سے آراستہ قومیں اپنے ہادیوں اور رہنماؤں کے محاسن اور ہدایت پارے جمع کر کے ہر لحہ اور ہر آن ان سے رہنمائی اور ہدایت حاصل کرتی رہتی ہیں۔ لیکن بنی اسرائیل نے اس روش سے ہٹ کر اولوالعزم پیغمبروں کے گھریلو اور اندرونی حالات نہایت ہی گھناونی صورت میں پیش کر کے ان ذی وقار ہستیوں کے سیرت و کردار کو داغدار بنانے کی "نیو" رکھی، پھر ان کے دیکھا دیکھی مسلم سیرت نگاروں نے بھی اپنے ہادی اور رہنما سید البشر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو مرتب کیا جس میں ہر پہلو اور ہر زاویہ سے حقیقت سے زیادہ رنگ آمیزیوں اور گلکاریوں کو شامل کر کے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے متعلق تمام تر مواد ہی کو مشتبہ بنا دیا۔ بخاری کتاب النکاح باب 31 میں درج ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص جماع پر قادر ہو وہ نکاح کر لے۔

ہم مغربی دانشوروں کے اقوال سے استفادہ کرتے ہیں، پھر کیا ایسا کوئی مسلمان ہوگا جو اقوال نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے نفرت کرتا ہو؟ وہ تو مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن آج ہر دوسرا مسلمان حدیث سے بیزار نظر آتا ہے وہ در اصل نہ تو اللہ کی حدیث سے بیزار ہے اور نہ ہی اقوال نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بے زار ہے۔ وہ ان روایات سے بیزار ہے جو ایرانیوں نے انتقامی جذبے کے تحت درج کی ہیں۔ انہیں کوئی بھی سنے اور پڑھے گا تو یہی کہے گا کہ یہ افصح العرب و عجم کا کلام ہو ہی نہیں سکتا۔ مثلاً بخاری شریف میں درج ہے کہ۔ جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ تبوک سے لوٹ رہے تھے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا گھر جانے کی جلدی کیوں کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ابھی نئی نئی شادی کی ہے آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کنواری سے کی ہے یا ثیبہ (شادی شدہ) سے؟ میں نے کہا شادی شدہ سے۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کنواری سے کیوں نہیں کی۔ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ تم اس کے ساتھ کھیلتے رہتے، وہ تمہارے ساتھ کھیلتی۔

(بخاری جلد سوم کتاب النکاح باب 39 الثیبات، حدیث نمبر 71۔)

خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیوہ سے شادی کی اور جابر سے کہا کنواری سے کیوں نہیں کی۔ جو ساری زندگی یتیموں اور بیواؤں کو آسرا دیتے رہے، کیا وہ ایسی بات کہہ سکتے ہیں؟ اور پھر زبان کیسی استعمال کی (و العابہا) اس کے ساتھ کھیل کھیلتے رہتے

ان دو حدیثوں میں بھی جو زبان استعمال کی گئی ہے وہ کسی عجمی امام و دین کی تو ہو سکتی ہے تاجدار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہو سکتی۔ اُن پر تو وحی الٰہی کی تبلیغ ایسی فرض تھی کہ کسی حال میں بھی اُسے روکا نہیں جا سکتا تھا۔ اور جسے حدیث کہتے اس کے ہزاروں منکر ملتے ہیں، اور ایسے بھی ملیں گے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ مگر ایسا کوئی نہیں ملے گا جو یہ کہہ دے کہ فلاں آیہ ضعیف ہے۔

---☆☆☆---

ہم اگلوں کو بھی جانتے ہیں اور پچھلوں کو بھی

قرآن کریم کی آیہ ہے: اِنَّا لَنَحۡنُ نُحۡیٖ وَ نُمِیۡتُ وَ نَحۡنُ الۡوٰرِثُوۡنَ وَ لَقَدۡ عَلِمۡنَا الۡمُسۡتَقۡدِمِیۡنَ مِنۡکُمۡ وَ لَقَدۡ عَلِمۡنَا الۡمُسۡتَاۡخِرِیۡنَ وَ اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ یَحۡشُرُہُمۡ اِنَّہٗ حَکِیۡمٌ عَلِیۡمٌ (15-25) اور ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں۔ ہم اگلوں کو بھی جانتے ہیں اور پچھلوں کو بھی جانتے ہیں۔ یہ تمہارا رب ہی ہے جو انہیں حشر میں لائے گا۔ اس آیت کے سیاق وسباق پر نظر ڈالنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس میں اگلوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو پہلے گزر چکے ہیں اور پچھلوں سے وہ لوگ جو ان کے بعد مریں گے۔ یہ سب کے سب اللہ کے علم میں ہے۔ جو ان کو قیامت کے دن میدان حشر میں جمع کرے گا۔ اسی مفہوم کی دوسری آیت میں ہے۔ قُلۡ اِنَّ الۡاَوَّلِیۡنَ وَ الۡاٰخِرِیۡنَ لَمَجۡمُوۡعُوۡنَ اِلٰی مِیۡقَاتِ یَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ (56-50) کہہ دے کہ اگلے اور پچھلے ضرور معینہ دن کی معیاد پر جمع کئے جائیں گے۔

لیکن جامع ترمذی میں روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ ایک حسین (عورت) مسجد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے آیا کرتی تھی، صحابہ میں تو کچھ لوگ آگے کی صف میں بڑھ جاتے تھے تاکہ اس کو نہ دیکھیں، مگر کچھ لوگ پیچھے کی صف میں شریک ہوتے تھے اور رکوع کی حالت میں بغل کے نیچے سے اس کو جھانکتے تھے۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ہم تم میں سے اگلوں کو بھی جانتے ہیں اور پچھلوں کو بھی جانتے ہیں۔ یہ ہے ایمانوں کی کھینچی ہوئی تصویر حضورؐ کے جانثاروں کی۔

---☆☆☆---

---حضورؐ میں تیس مردوں کی طاقت---

حدثنا انس بن مالك كان النبى يدور على نسائه فى الساعة الواحده من الليل و النهار و هن احدى عشره قال قلت لانس او كان يطيقه قال: كنا نتحدث انه اعطى قوة ثلا ثين۔

(بخاری جلد اول کتاب الغسل باب 185 جماع حدیث نمبر 264)

فرمایا انس بن مالک نے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی عورتوں کا رات اور دن ایک ہی گھڑی میں دورہ کر لیتے (سب سے صحبت کرآتے) اور آپ کی گیارہ عورتیں تھیں۔ قتادہ نے کہا میں نے انس سے پوچھا کہ کیا آپ صلے اللہ علیہ وسلم میں اتنی طاقت تھی؟ انس نے کہا كنا نتحدث انه اعطى قوة ثلا ثين۔ ہمارے درمیان اکثر یہ ذکر ہوتا تھا کہ آپ میں تیس مردوں کی طاقت تھی۔

---☆☆☆---

شرعی غسل اور عائشہ صدیقہؓ

عبدالرحمن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ میں اور حضرت عائشہؓ کا ایک رضاعی بھائی عبداللہ بن یزید ان کے پاس گئے ان کے بھائی نے پوچھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم (جنابت کا غسل) کیونکر کرتے تھے؟ انہوں نے ایک برتن منگایا جس میں ایک صاع برابر پانی ہوگا پھر حضرت عائشہؓ نے غسل کیا اور اپنے سر پر پانی بہایا اور ہمارے اور ان کے بیچ میں ایک پردہ پڑا تھا۔

(بخاری جلد اول کتاب الغسل باب 176 — حدیث 247)

قارئین کرام پردے کے پیچھے سے عائشہ صدیقہؓ کا جسم نظر آتا ہوگا جب ہی تو عبدالرحمن بن عوفؓ اور عبداللہ بن یزید مطمئن ہو کر چلے گئے۔ ورنہ غسل کی نمائش کس کام کی۔ کیا آپ اور ہم یہ برداشت کرلیں گے کہ ہم نہ ہوں اور ہماری بیوی لوگوں کو شرعی غسل کی ترکیب بتاتی ہو؟ علاوہ اس کے غسل کا مسئلہ اتنا اہم تھا کہ اس کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سب سے جوان بیگم عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جایا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وفات نبی صلے اللہ علیہ وسلم (جو مدینے میں ہوئی) تک صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو غسل کرنا نہیں آتا ہوگا یعنی وہ جنبی (ناپاکی) حالت میں زندگی گزارتے ہوں گے؟ وفات النبی کے بعد انہیں خیال آیا ہوگا کہ غسل کا طریقہ ہی سیکھ لیا جائے۔ بھلا ہو بی بی عائشہؓ کا کہ اس نے عملی طور پر امت کو غسل بتا کر روشناس کرایا۔ مگر کیا یہ بہتر طریقہ نہ تھا کہ عبدالرحمن بن عوفؓ اپنی بیوی کو ام المومنین عائشہؓ کے پاس بھیجتے اور وہ غسل کا صحیح طریقہ سیکھ کر آتی اور اپنے شوہر کو بتاتی؟ دراصل عجم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس زوجہ مطہرہ سے جو بغض وعناد اور مخاصمت تھی وہ چھپائے نہیں چھپتی تھی۔ جس طرح رب کا فرمان ہے: قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَ مَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ (3-118) بغض ونفرت کے بعض جذبات کبھی کبھی ابھر کر ان کی زبان تک آجاتے ہیں۔

لیکن وہ حسد اور انتقام کی اس آگ کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں جو ان کے سینوں میں دبی ہوئی ہے۔ لَیْتَنِیْ كُنْتُ تُرٰبًا (78-40)

عائشہ صدیقہؓ سے عداوت کی وجہ یہ بھی تھی کہ یہ صدیق اکبرؓ کی بیٹی تھی (بقول ان کے) جس نے خلافت میں حضرت علیؓ کا حق مارا اور پہلے خلیفہ بن گئے۔ حق تو علیؓ کا تھا جو پہلے ایمان لائے، داماد بھی تھے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔ اور عائشہ صدیقہؓ کے پلو سے عجمی تاریخ دانوں نے ایک فرضی جنگ (جنگ جمل) بھی باندھ رکھی ہے۔ جس میں دو طرفہ ہزاروں صحابہ کرام کو قتل کروایا اس جنگ میں حضرت علیؓ کے مقابلے میں بی بی عائشہؓ کو لا کھڑا کیا گیا، اس لئے ہماری کتب میں جنسی نجاست، گندگی، اور متعفن بدبودار روایات ہیں وہ (حضرت عائشہؓ) کی ذات سے منسوب ہیں۔ اور یہ تمام گرحست مال یعنی خود ساختہ مواد خواص اور عوام میں حدیثوں کے نام سے مشہور ہے۔ اس لئے میں نے بامر مجبوری اس کو حدیث ہی لکھا ہے حالانکہ سب سے بڑا کفر اور دھوکا تو یہ ہے کہ اس مواد کو حدیث کہا جائے۔ چاہے وہ صحیح ہو یا وضعی حدیثیں ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ یہی نام اللہ نے اپنے کلام کے لئے پسند فرمایا ہے۔

☆☆☆

حدیثیں تو کلام اللہ ہیں

اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَ یُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ وَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَ عَلٰۤى اٰلِ یَعْقُوْبَ (12-6) تیرا رب تمہیں ان داستانوں کی تہہ تک پہنچائے گا۔ اور تم پر اور آل یعقوب پر اپنی نعمتیں مکمل کرے گا۔ فرمایا: لَا رَیْبَ فِیْهِ وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا (4-87) اور اللہ کی حدیث سے بڑھ کر اور کس کی بات سچی ہو سکتی ہے۔ فرمایا: اَنْ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ (7-185) کیا یہ بھی انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان کی مہلت

Bulandi0001_(26).jpg

زندگی کا وقت قریب آ گیا پھر وہ کونسی حدیث ہو سکتی ہے جس پر یہ ایمان لائیں گے۔ فرمایا۔ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا (18-6) اے نبی تمہیں افسوس ہوگا (جان ہلکان کرو گے) اگر یہ میری حدیث پر ایمان نہ لائے۔ فرمایا۔ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ (39-23) اللہ ہی نے بہترین حدیث نازل کی ہیں۔ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ (45-7) اس کے بعد کونسی حدیث ہے جس پر یہ لوگ ایمان لائیں گے۔ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ (52-34) اگر یہ لوگ سچے ہیں تو میری حدیث کی طرح کوئی بنا کر لائیں۔ فرمایا۔ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ (68-44) جنہوں نے میری حدیث کو جھٹلایا ان کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو ہم آہستہ آہستہ ان کو تباہی کی طرف لے جائیں گے کہ ان کو خبر بھی نہیں ہوگی۔

فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ (77-50) اس کے بعد کون سی حدیث رہ جاتی ہے جس پر یہ ایمان لائیں گے۔ قارئین کرام یہ ہیں وہ آیات کریمات جن میں اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اپنے ارشادات، تعلیمات و احکامات کو حدیث کا نام دیا ہے۔ اور فرمایا ہے اس کے علاوہ کونسی حدیث ہے؟ یہی وجہ ہے کہ جب سامع کے سماعت میں حدیث کا لفظ پڑتا ہے تو وہ اسے قرآن کریم کی آیت سمجھ بیٹھتا ہے جبکہ علماء نے یہ نام روایات کو دیا ہے۔ نام کی یکسانیت سے آدمی کو دھوکا CONFUSION ہوتا ہے۔

کلام اللہ اور کلام رسول میں اتنا ہی فرق ہے جتنا اللہ اور رسول میں ہے۔ رسول صلے اللہ علیہ وسلم تو اپنے احکام یا اپنی باتیں بطور حدیث نہیں پیش کرتے تھے۔ وہ تو اللہ ہی کا کلام پیش کرتے تھے۔ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ (5-67) اے رسول پہنچادو وہ ہدایات جو تمہارے نشوونما دینے والے نے تم پر نازل کیں ہیں۔ اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو تم فریضہ رسالت میں ناکام ہو کر رہ جاؤ گے۔ اور رسول علیہ سلام سے کہلوایا گیا۔ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ

بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ (6-19) اور میری طرف یہ قرآن اتارا گیا ہے کہ میں تم کو اس کے ذریعہ سے آگاہ کروں اور ان کو بھی جن تک یہ پہنچے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ (21-45) کہہ دے کہ میں تم کو صرف وحی کے ذریعہ آگاہ کرتا ہوں۔

اس آیہ نے تو روایات کا دروازہ ہی بند کر دیا۔ عجمیوں کی خود ساختہ حدیثوں کی کوئی ویلیو ہی نہ رہی۔ دیکھا جائے تو اہل فارس نے ہمارے دین کے متبادل دین گھڑ رکھا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ یہ قرآن جو تیری طرف نازل کیا گیا ہے یہ ہر مسئلہ کی تشریح و تبیین کرتا ہے۔ کل شی یعنی "ہر چیز" کا وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ (16-89) اللہ تعالیٰ کا دعویٰ ہے کہ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (6-59) خشکی و تری پر ہر چیز جو کچھ بھی ہے اس کی بابت معلومات اس کتاب المبین میں ہے۔ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ اور وہ تمام خشکی اور تری کا علم رکھتا ہے۔ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا (6-59) اور کوئی ایسا پتا بھی نہیں جھڑتا جس کا اسے علم نہ ہو۔ اللہ پوچھتا ہے۔ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ ...... (29-51) کیا ان لوگوں کے لئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی؟ لب لباب ان آیات کریمات کا یہ ہے کہ شاہراہ حیات پر سفر کرنے کے لئے جس جس چیز کی ضرورت تھی وہ رب نے بیان کر دی ہے۔ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا (6-114) اس نے تم پر کتاب نازل کی جس میں ہر چیز بڑی تفصیل سے بیان کی ہے۔ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ (6-96) اور ہم نے سمجھنے والی قوم کے لئے ہر چیز کی تفصیل دی ہے۔ اور فرمایا۔ اس کی تفصیل اللہ نے علم کی بنیاد پر رکھی ہے۔ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ (7-52)

☆☆☆

—نماز اور تصوف کا ذکر قرآن میں نہیں ہے—

مگر یہاں کچھ لوگوں کو شکایت ہے کہ اس کتاب میں بڑی کمی ہے کچھ معاملے

ایسے ہیں جن کی تفصیل نہیں ہے۔ مثلاً تصوف کی تفاصیل نہیں ہے، قطب، غوث، ابدال، ابرار، اخیار، اوتاد، مفردان، مکتومان، نجباء، نقباء، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ معاونت کر کے کائنات کا نظام چلا رہے ہیں۔ ہر زمانے کا ایک قطب ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ نماز جسے دین کا ستون مانا جاتا ہے، بلکہ ارکان دین میں سے ہے۔ یہاں تک کہ۔

روز محشر کہ جاں گداز بود　　اولیں پرسش نماز بود

بروز محشر سب سے پہلے نماز کا پوچھا جائے گا۔ مگر نماز کیسے پڑھی جائے یا ادا کی جائے یا قائم کی جائے؟ رکوع قیام سجدے کیسے ادا کئے جائیں رکعتیں کتنی ہونی چاہیے اوقات کیا ہیں، افسوس کہ دنیا میں ایسی کوئی ہستی نہیں جو یہ بتا سکے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز کس طرح ادا کی تھی۔ نہ ہی قرآن میں کوئی تفصیل موجود ہے۔ اکثر علماء کہتے ہیں کہ ہم جو نماز پڑھتے ہیں یہ وہی ہے جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے۔ مثلاً التحیات میں ہم پڑھتے ہیں التحیات للّٰہ و الصلوٰت و الطیبٰت السلام علیک ایھا النبی ......سلام ہو تم پر اے نبی...... اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی یہی کچھ پڑھتے تھے تو وہ کس نبی پر سلام بھیجتے تھے؟ جب رب کا دعویٰ ہے کہ زندگی گزارنے کے لئے جس جس چیز کی ضرورت ہے اس کی تفصیل قرآن میں موجود ہے۔ مگر نماز اور اجزائے تصوف کی تفصیل ہم قرآن میں نہیں پاتے۔ تو اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ زندگی گزارنے کے لئے نماز کوئی ضروری چیز نہیں ہے۔ فرقہ بندی جس کو رب نے کفر قرار دیا ہے اس کا اور نفاق اور اختلاف کا پتہ صرف نماز سے چلتا ہے۔ کہ یہ کس فرقے کا آدمی ہے۔ گویا نماز فرقہ بندی کا مظہر ہے جس کی قرآن نے شدید مذمت کی ہے۔

نہ ہی تصوف کوئی کام کی چیز ہے۔ مگر فقہی امام بضد ہیں کہ نماز ضروری چیز ہے اور قیامت کے دن اولیں پرسش نماز بود۔ اور یہ کہ صلوٰۃ اور نماز ایک ہی چیز ہے۔ ایک چیز تو نہیں ہو سکتی کیونکہ صلوٰۃ جملہ تفاصیل کے ساتھ قرآن کے ورق ورق میں موجود ہے۔ اور نماز تو (بقول راویان) حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں میں بلا کر عطا کی گئی تھی۔ قرآن میں اس کا طور طریقہ اوقات اور رکعات وغیرہ کی تعداد

کی تفاصیل نہیں ہے۔ جب قرآن کا دعویٰ ہے کہ انسان کے لئے جو ضرورت تھی وہ اس قرآن میں تفصیل کے ساتھ دے دی گئی۔ مگر نماز کی تفاصیل اس میں نہیں ہے، تو ثابت ہوا کہ یہ غیر ضروری ہے۔

آیئے دیکھیں کہ نماز مسلمانوں پر کیسے لازم ہوئی وجہ یہ ہے کہ مروجہ نماز کا کوئی ذکر یا طور طریقہ قرآن کریم میں نہیں ہے۔ مگر کتب الحدیث میں اس کا ذکر ہے۔ فرمایا۔ قال ابن حزم و انس بن مالک قال نبی صلے اللہ علیہ و سلم ففرض اللہ علی امتی خمسین صلاۃ فرجعت بذلک حتیٰ مررت ...... ابن حزم و انس بن مالکؓ نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں (رات دن میں) میں یہ حکم لے کر جب لوٹا اور موسیٰ کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا اللہ نے تمہاری امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا پچاس نمازیں فرض کی ہیں۔ انہوں نے کہا فارجع الی ربک۔ لوٹ اپنے رب کے پاس۔ کیونکہ تیری امت اتنی طاقت نہیں رکھتی پھر میں لوٹا (اور عرض کیا) اللہ نے کچھ نمازیں معاف کر دیں۔ پھر میں موسیٰ کے پاس آیا اور کہا کہ رب نے کچھ نمازیں معاف کر دیں کہا لوٹ جا تیری امت اتنی طاقت نہیں رکھتی پھر میں لوٹا (اور عرض کیا) اللہ نے کچھ نمازیں معاف کر دیں۔ میں پھر آیا موسیٰؑ کے پاس میں نے کہا اللہ نے کچھ نمازیں معاف کر دیں، کہا پھر جا اللہ کے پاس تیری امت اتنی طاقت نہیں رکھتی پھر میں لوٹا (ایسا ہی کئی بار ہوا) آخر اللہ نے فرمایا پانچ نمازیں ہیں اور حقیقت میں پچاس ہیں، میرے پاس بات نہیں بدلتی۔ پھر میں موسیٰ کے پاس واپس آیا۔ انہوں نے کہا اپنے رب کے پاس لوٹ جا، میں نے کہا اب مجھے اپنے مالک سے (عرض کرنے میں) شرم آتی ہے۔ پھر جبرائیل لے کر چلے......

(بخاری جلد اول کتاب الصلاۃ باب 241 حدیث 340)

واضح رہے کہ حرام و حلال اور مکروہات کے جتنے اوامر ہیں وہ نازل کردہ کتاب میں ہیں، صرف نماز آسمانوں میں فرض ہوئی۔ حتیٰ کہ تفصیل بھی قرآن میں نازل نہیں

Bulandi0001_(28).jpg

ہوئی۔۔۔دراصل ایرانی اپنی زرتشتی نماز ہم پر تھوپنا چاہتے تھے، وہ یہ قرآن سے تو ثابت کر نہیں سکتے تھے۔ اس کے لئے انہوں نے پہلے آسمانی معراج ایجاد کیا، پھر حضورؐ کے لئے ایسی خیالی سواری کا انتظام کیا جس کا دھڑ گھوڑے کا اور سر عورت کا تھا جو حضور کو لے گیا بیت المقدس، پھر آسمان کا سفر رب کے ہاتھوں نمازیں دلوائیں، پھر موسیٰ کو آسمان پر بٹھایا اس کے ذریعہ نمازیں کم کروائیں کیونکہ انہیں علم تھا کہ امت محمدیہ میں اتنی طاقت نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل پر بھی نمازیں فرض ہوئیں تھیں وہ بھی نہ پڑھ سکے۔ اس طرح بنی اسرائیل کے پیغمبر حضرت موسیٰ نے رب کا منصوبہ ناکام کیا۔ یہاں چند سوال ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو امت محمدیہ کی طاقت واستعداد کا علم نہ تھا، اور اگر تھا تو مرضی یہ ہوگی کہ امت محمدیہ رسوائی اور محتاجی کی زندگی گزاریں، ہمارا آسن (استنجاء کے پانی سے) ہر وقت بھیگا رہے۔ ہم دوسروں کے محتاج اور دست نگر رہیں۔ کیونکہ پچاس نمازیں، یعنی ہر چودہ منٹ کے بعد نماز یعنی نمازوں کے مابین (۱۴) منٹ کا وقفہ۔ اس میں تو ہم نہ کام کے رہتے نہ کاج کے، نہ نوکری چاکری جوگے رہتے نہ تجارت یا زراعت ہمارے بس کی بات ہوتی (ایجادات تو خیر ہم نے کرنی نہ تھی) جب علماء سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ حضورؐ اپنی امت کی قوت استعداد سے واقف نہ تھے اور موسیٰؑ واقف تھے۔ وہ جواب دیتے ہیں، محبوب سے پہلی ملاقات کی سرشاری میں حضورؐ نے یہ گراں بار اٹھانے کی حامی بھرلی، ایسے موقع پر اگر اس سے بھاری ذمہ داری ہوتی وہ بھی قبول کر لیتے۔ مگر موسیٰؑ اس کیفیت میں نہ تھے اُن کے حواس درست تھے۔ انہوں نے کہا فوراً جاؤ اور کم کراؤ۔ مان لیا کہ یہی کیفیت تھی مگر اللہ کو تو ہر چیز کا علم تھا۔ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ اور وہ تمام خشکی اور تری کا علم رکھتا ہے۔ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا ......(6-59) اور کوئی ایسا پتا بھی نہیں جھڑتا جس کا اسے علم نہ ہو۔ تو رب کو اپنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کی قوت استعداد کا علم ضرور ہوگا، پھر کیوں (50) نمازوں کا حکم دیا؟؟ آج پانچ نمازوں کے ساتھ ہماری یہ کیفیت ہے کہ بیرون ملک ہمیں نماز

پڑھتے دیکھ کر Employer کہتا ہے کہ ہم نے تمہیں کام کے لئے ملازم رکھا ہے، نمازوں کے لئے نہیں، اگر نمازیں ہی پڑھنی ہیں تو اپنے ملک جاؤ اور نمازیں پڑھتے رہو۔ اگر رب نے معراج میں صلوٰۃ دی تو اس کی ضرورت بھی کیا تھی کیونکہ وہ تو پہلے سے قرآن کریم کے ایک ایک پنے پر تفصیل کے ساتھ موجود تھی؟ دراصل یہ نماز مانوی مذہب کی ایجاد ہے۔

ابن احمد مسری فرماتے ہیں مانوی مذہب ایران کے مشہور ترین مذاہب میں سے ہے۔۔۔ جس کے متبعین بکثرت پائے جاتے تھے اس مذہب کا بانی "حکیم مانی" تھا، اس کی پیدائش جیسے کہ البیرونی نے اپنی کتاب الآثار الباقیۃ میں لکھا ہے ۲۱۵ء یا ۲۱۶ء میں ہوئی مخالفتوں کے باوجود یہ مذہب ساتویں صدی ہجری اور تیرویں صدی عیسوی تک زندہ رہا، ایشیا اور یورپ میں اس کے متبعین بکثرت موجود تھے۔ مانویہ کے ساتھ نسبت کر کے متنبی (عرب کے مشہور شاعر) نے بھی اپنے ایک شعر میں اسے لایا ہے۔

وکم لظلام اللیل عندک من ید
تخبر ان المانویة تکذب

مانوی کی تعلیمات نصرانیت اور زرتشتیت سے ملوث تھیں اس کی تعلیمات ابن حزم کی الفصل فی الملل، والنحل۔ شہرستانی کی الملل والنحل، ابن ندیم کی الفہرست، یعقوبی کی تاریخ، البیرونی کی الآثار الباقیہ ابن نباتہ کی سرح العیون وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ زرتشت نے کہا مانی ہی وہ نبی ہے جس کی بشارت حضرت عیسیٰ نے دی تھی۔ ہرمز شہنشاہ نے مانوی مذہب قبول کر لیا تھا۔ یہی اس نماز کا موجد ہے۔ (فجر الاسلام باب سوم)

بلاشبہ اللہ کا فرمان ہے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (51-56) اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔ لیکن عبادت نماز تو نہیں قرآن کریم میں جہاں کہیں یہ آیا ہے کہ يَا بَنِيْٓ آدَمَ

أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ (36-60) اے بنی آدم شیطان کی عبادت مت کرو۔ تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ کوئی قوم یا فرد واحد شیطان کو سجدے کر رہا تھا، یعنی پرستش کر رہا تھا جس کو اللہ نے روکا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ شیطان کی فرماں برداری مت کر، اس کے بتائے ہوئے راستے پر مت چل اس کی محکومیت مت اختیار کرو۔ تو اللہ کی عبادت کا مطلب بھی یہ ہے کہ اللہ کی محکومیت اختیار کرنا۔ فرعون و موسیٰ علیہ السلام میں جو مکالمہ ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ (26-22) اور یہی احسان ہے جو آپ مجھ پر جتا رہے ہیں کہ آپ نے بنی اسرائیل کو "عبدت" غلام بنا رکھا ہے۔ دراصل عبادت کا مفہوم اردو اور عربی میں جدا جدا ہے۔ ہم پرستش، پوجا پاٹ کو عبادت کہتے ہیں اور عرب فرمانبرداری کو عبادت کہتے ہیں۔

فرعون نے جو بنی اسرائیل کو "عبدت" بنایا تھا تو وہ ان سے اپنے آپ کو سجدے نہیں کروا رہا تھا وہ ان سے نہایت مشقت والا کام لیتا تھا۔ نوکر ہو، خادم ہو، فرماں بردار ہو، خدمت گزار ہو غلام ہو عبد ہو اسے مالک آقا نے کام کے لئے رکھا ہوتا ہے اس کے کچھ فرائض ہوتے ہیں۔ جو اس نے انجام دینے ہوتے ہیں۔ ہر سرکاری ملازم کی عبادت اور صلوٰۃ یہ ہے کہ وہ پبلک کے کام نمٹائے۔ وہ فرائض انجام دے جس کے لئے اسے سرونٹ رکھا گیا ہے اور اسے ماہانہ تنخواہ دی جاتی ہے۔ یہ بھی نہیں کہ ایک سرکاری ڈاکٹر مریضوں کو چھوڑ کر نماز پڑھنے چلا جائے یا تبلیغ پر چلا جائے۔ نہیں، اس کی صلوٰۃ اور عبادت تو یہی ہے کہ وہ مریضوں کا علاج کرے۔

کائنات کے ہر جاندار کی جو ڈیوٹی اللہ نے مقرر فرمائی ہے وہ اس کی عبادت ہے صلوٰۃ ہے۔ مثلاً اللہ نے فرمایا۔ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ (24-41) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور پر پھیلائے ہوئے پرندے جانور بھی اپنی اپنی صلاۃ اور تسبیح سے واقف ہیں۔ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ۔ فرمایئے۔ اگر صلوٰۃ نماز ہی ہے تو

پرندے وضو کیسے کرتے ہیں منہ کس سمت کو ہوتا ہے، کتنے رکعت پڑھتے ہیں اور کن اوقات میں پڑھتے ہیں۔ دراصل وہ اپنے اپنے فرائض ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ یہی ان کی صلوٰۃ ہے۔ علاوہ اس کے اللہ فرماتا ہے۔ اہل کتاب میں...... الرّٰسِخُونَ فِي الْعِلْمِ جو ایمان لائے مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ...... آپ پر نازل شدہ وحی پر اور آپ سے قبل نازل شدہ احکام پر انہوں نے صلوٰۃ قائم کی اور زکوٰۃ...... (4-162) مگر کوئی اہل کتاب اس قسم کی یا اس سے ملتی جلتی نماز نہیں پڑھتا جو ہم پڑھتے ہیں۔ البتہ پارسی قوم اس طرح کی نماز پڑھتی ہے اور اس کا نام بھی نماز ہے۔ ان کے عبادت خانے (واقع فریئر سٹریٹ صدر کراچی) میں اوقات نماز کا بورڈ لگا ہے۔ کوئی بھی کسی وقت بھی جا کر دیکھ سکتا ہے۔

وَأَوْحٰى فِي كُلِّ سَمَآءٍ أَمْرَهَا" (41/12) ہم نے ہر سماء کی طرف اپنا امر وحی کر دیا۔ اس سے مراد وہ قوانین الٰہی ہیں جس کی رو سے یہ اجرام فلکی اپنے فرائض سر انجام دے رہے ہیں مثال کے طور پر آپ سورج کا مشاہدہ فرمائیں، سورج ان قوانین کا پابند ہے، کہ وہ وقت مقررہ پر طلوع ہو اور اپنے مقررہ وقت پر غروب ہو سورج کے اس طرح طلوع اور غروب سے فصلیں پکتی ہیں اور دھوپ کی حرارت بخارات اٹھاتی ہے، فصل پکانے کی قوت، اور سمندر سے بخارات اٹھانے کی قوت یہ سب ان کی صلاۃ و تسبیح ہے۔ یعنی اپنے اپنے فرائض انجام دینا ہے۔ اسی طرح انسانوں کی صلوٰۃ بھی پرستش نہیں ہے بلکہ احکام الٰہی کی فرماں برداری ہے۔ جو قرآن کریم میں موجود ہے۔

ہم نے عبادت کو پرستش کا جامہ پہنا دیا اور اپنے رب کو حاضر و ناظر جان کر یاد رکھنے کے بجائے اسے یاد کرنا شروع کر دیا۔ اور اس کو ذکر سے تعبیر کیا اور تسبیح کے دانوں پر اس کا نام الاپنا شروع کر دیا اور مطمئن ہو گئے۔ فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ...... (4-103) اس آیت کریمہ سے ہمیں عجمی مفسرین نے یہ درس دیا کہ جب

تم نماز ختم کر چکو تو کھڑے لیٹے کروٹ کروٹ اللہ کا ذکر کیا کرو۔ اس طرح سے نماز پڑھو اور ہمیں یہ بھی ذہن نشین کرایا کہ۔ وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (20-142) جس نے میرے (اس قسم کے ذکر سے) اعراض برتا یعنی مجھے یاد نہ کیا اس کی معیشت (روزی) تنگ کر دی جائے گی اور اسے میں بروز قیامت اندھا اٹھاؤں گا۔ یہ مفہوم بھی مفسرین کا ہے۔

اگر ایسا ہی ہے اور یہ مفہوم درست ہے تو ہمارے ہاں رزق کی تنگی نہیں ہونی چاہیے تھی کیونکہ ہم نماز بھی پڑھتے ہیں اور ذکر بھی کرتے ہیں۔ غلے کے معاملے میں ہمیں نہ صرف خود کفیل ہونا چاہیے تھا، بلکہ یورپ امریکہ روس آسٹریلیا والے یوری کاندھے پر ڈالے ہمیشہ ہم سے غلہ مانگتے نظر آتے۔ کیونکہ نہ وہ نماز پڑھتے ہیں نہ تسبیح پر گاڈ گاڈ ذکر کرتے ہیں تو مَعِيْشَةً ضَنْكًا (روزی تنگ) تو ان کی ہونی چاہیے تھی۔ مگر ہمارے ساتھ ہو کیا رہا ہے؟۔ معاملہ بالکل الٹا ہے۔

پوری دنیا میں پاکستانیوں سے زیادہ نمازیں اور (رائج) ذکر اور کہیں نہیں ہوتا۔ مگر ہم ہی بدحال ہیں، ہماری معیشت تنگ ہے ہم ہی غلے کے محتاج ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ہم نے اللہ کی اس صلوٰۃ کو (جس کے طفیل رب نے ترقی اور خوشحالی لازم و ملزوم قرار دی تھی اور یہ بھی فرمایا تھا کہ صلوٰۃ تمہیں برائی سے روکے گی) عجمی نماز سے بدل لیا ہے۔ تو اس کے نتائج تو وہ نہیں نکلیں گے جو صلوٰۃ کے ہونے چاہیے تھے۔ جس طرح ہم نے عجمی کو ناپید کر کے ڈالڈا کو گھی سمجھ لیا ہے۔ تو ہم اُن خوبیوں اور ذائقے سے تو محروم ہی رہیں گے جو دیسی گھی میں ہوتی ہیں۔ ہم پاکستانیوں نے پشاور، پنڈی، لاہور اور کراچی کی بسوں پر F.16 لکھا ہوتا ہے۔ تو وہ F.16 تو نہیں بن جاتی۔

عمر مروج ذکر کرتا رہے (تسبیح پر اللہ کا نام گنتا رہے) مگر اس کے قدم طوائف کے کوٹھے کی طرف بڑھتے رہیں گے۔ لیکن اگر زید نے قرآن والا اصلی ذکر شروع کر دیا یعنی رب کو یاد کیا نہیں بلکہ یاد "رکھا" یہ یاد رکھا کہ وہ سَمِيْعٌ وَّ الْبَصِيْر (میرے قدموں کی چاپ بھی سن رہا ہے اور مجھے دیکھ بھی رہا ہے۔ اور یہ دیکھنے والا شَدِيْد

الْعِقَاب۔ زبردست سزا دینے پر قادر ہے اور (عَزِيْزُ الْجَبَّار) طاقتور گرفت والا ہے۔ اور وہ ذرے ذرے کا حساب بھی کرے گا۔ پھر طوائف کے زینے کی طرف بڑھتے ہوئے قدم رک جائیں گے اور اس کے سینے کی طرف بڑھتے ہوئے ہاتھ بے دم ہو جائیں گے۔ پھر کوئی سب کی نظر بچا کر رشوت بھی نہ لے سکے گا اور نہ شراب کھانے کا رخ کرے گا۔ اسی ذکر کے متعلق رب کا فرمان ہے کہ جب ایسا ہوگا۔ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (2-152) کہ تم مجھے یاد رکھو (تو تم گناہ کر ہی نہ سکو گے) بدلے میں اذکر کم۔ جب میں زمین پر اپنی نعمتیں بانٹوں گا تو میں تمہیں یاد رکھوں گا۔ تمہاری (مَعِيْشَةً ضَنْكًا (روزی تنگ) نہیں ہوگی۔

یہی شکایت صلوٰۃ کے بارے میں بھی ہے کہ رب کا فرمان ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ (29-45) لاریب کہ صلوٰۃ برائیوں اور بداعمالی سے روکتی ہے مگر ہم زندہ مثال، یا ثبوت ہیں کہ نہیں روکتی۔ ہم نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور رشوت بھی لیتے ہیں، دغابازی بھی کرتے ہیں، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی، گرانفروشی، اقرباپروری، بھی کرتے ہیں، اس لئے کہ ہم نے قرآن کریم کی صلوٰۃ کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ ہم جو پڑھتے ہیں وہ نماز ہے۔ تو ہمارے بارے میں تو رب نے بڑی وضاحت سے ارشاد فرمایا ہے۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ۔ (107-5/4) تباہی ہے ایسے مصلین کے لئے جو صلوٰۃ کی غرض و غایت سے غافل ہیں۔ ایسے لوگ اُس دور ہمایونی میں بھی ہوں گے اور آج کل تو بھرمار ہے۔

ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ اللہ کی صلوٰۃ کے لئے اپنی مملکت کا ہونا شرط ہے۔ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (22-41) یہ وہ لوگ ہیں کہ ہم انہیں زمین پر اقتدار دیں تو یہ صلوٰۃ قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے۔ امر بالمعروف (بھلائی) کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔ اس آیۂ کریمہ سے واضح ہے کہ اقامت صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کے لئے اللہ نے جو شرط رکھی ہے اس سے پورا نظام مراد ہے، نہ صرف

Bulandi0001_(31).jpg

نماز پڑھ لیتا اور اڑھائی فیصد زکوٰۃ ادا کرتا۔ ظاہر ہے کہ یہ فرائض تو ہر جگہ ادا کیے جا سکتے ہیں تل ابیب میں بھی اور لندن یا رامپور میں بھی۔ ٹمبکٹو میں بھی اور ٹنڈو اللہ یار میں بھی یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نماز جو ہر جگہ پڑھی جا سکتی ہے یہ وہ صلوٰۃ نہیں ہے جس کے لئے مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ یعنی اقتدار کی شرط رکھی ہے۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (42-38) مومنین وہ ہیں جو اللہ کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں، اس کے احکام کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں اور اپنے معاملات کو باہمی مشورے سے طے کرتے ہیں جو رزق اللہ نے دیا ہے اس میں انفاق کرتے ہیں۔

یہاں صلوٰۃ کا امور مملکت کے لئے باہمی مشورے (الصلوٰۃ و امرھم شورٰی) کے ساتھ ذکر آیا ہے۔ یعنی صلوٰۃ وہ نظام مملکت ہے جس میں تمام امور مملکت جماعت مومنین کے باہمی مشورے سے طے پاتے ہیں۔ سورۃ الاعراف میں کہا گیا ہے وَ الَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ (7-170) یہ وہ لوگ ہیں جو کتاب اللہ کے ساتھ وابستہ رہتے ہیں اور اقامت الصلوٰۃ کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ صلوٰۃ دراصل قوانین الٰہی ہیں جو غیر اسلامی مملکت میں رائج ہو ہی نہیں سکتے۔ البتہ وہاں نماز اور روزے پر کوئی پابندی نہیں ہوتی۔ مثلاً لندن شہر یا مضافات میں چند پاکستانی مسلمان یکجا رہتے ہیں اُن میں سے ایک شخص نے "زنا" کا ارتکاب کیا، اُن کا بزرگ، زنا کے مرتکب کو سو دُرّوں کی سزا دینا چاہتا ہے اور مرتکب بھی یہی چاہتا ہے کہ قرآنی سزا بھگت لے۔ لیکن برطانیہ کے قانون میں زانی کی یہ سزا نہیں ہے لہٰذا وہ یہ سزا نہیں دے سکتے، ایسا قانون وہ صرف اپنی حکومت میں رائج کر سکتے ہیں اور اس پر عمل درآمد بھی کر سکتے ہیں۔ کہیں اور نہیں۔ یہی وجہ تھی کہ تقسیم ہند کے موقع پر مولانا حسین احمد مدنی قیام پاکستان کے مخالف تھے کہتے تھے کہ نہرو نے ہمیں نماز روزے وغیرہ کی مکمل آزادی کا یقین دلایا ہے، مطالبہ پاکستان عبث ہے۔ تب علامہ

اقبال نے بسترِ مرگ سے انہیں مخاطب کیا تھا کہ

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

اُس وقت مولانا حسین احمد مدنی نے معافی طلب کی تھی مگر علامہ کے وفات کے بعد وہ دوبارہ اپنے راستے پر آ گئے۔ صلوٰۃ دراصل قوانین الٰہی ہیں جو اپنی سرزمین پر نافذ ہو سکتے ہیں غیر کے زیرِ سایہ یہ پنپ ہی نہیں سکتے۔ نماز البتہ ہر جگہ ادا ہو سکتی ہے۔

ایرانیوں نے اپنی نماز ہم پر واجب کرنے میں مسجد سے بڑا فائدہ اٹھایا۔ حالانکہ مسجد مسلمانوں کا شورائی مرکز تھا۔ ترکیہ کی مساجد دیکھ کر اس بات کی تصدیق ہر کوئی کر سکتا ہے۔ راقم BLUE MOSQUE استنبول گیا تو وہاں بائیں طرف لوہاروں کی بہت بڑی دھونکنی دیکھی، سامنے انگیٹھی اور اس میں کوئلہ اور راکھ پڑی دیکھی۔ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ یہاں تیر تیز ہوتے اور تلواریں بنتی تھیں۔ دوسری طرف پتھر کی بوتلیں قطار در قطار کھڑی دیکھیں۔ انہوں نے بتایا کہ اس میں مرہم اور دیگر دوائیں ہوتی تھیں جنگ میں زخمی ہونے والوں کی مرہم پٹی یہاں ہوا کرتی تھی۔ اسی مسجد میں ایک علیحدہ دیوان خانہ سا دیکھا، انہوں نے بتایا کہ یہاں قضایات فیصل ہوتے تھے۔ اور اس جگہ عورتوں کے طلاق وغیرہ کے فیصلے ہوتے تھے۔ یہ تھا مسجد کا صحیح مقام جو اس سے چھین لیا گیا ہے۔ اور واپس دینے کے لئے کوئی تیار نہیں۔ جن سے دنیا کا کوئی کام نہیں ہو سکتا انہوں نے مسجدوں کو اپنی ملکیت جائیداد بنا رکھا ہے۔ وہاں بیٹھ کر اللہ کے حکم کے خلاف (وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا (2-41) میرے آیاتوں کی قلیل پیسوں پر تجارت مت کرو۔) کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ آج کل قرآن ختم کا اپنا ریٹ ہے، بخاری کا ختم بھی عام ہو رہا ہے، اس کے دگنے پیسے لئے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ کراچی کے دیواروں پر جگہ جگہ لکھا ہوتا ہے کوئی بھی کام کرنے سے پہلے ہم سے معمولی معاوضے پر استخارہ کروائیے اور ٹی وی کے ہر چینل سے بھی استخارے کے اشتہارات کی نمائش جاری

Bulandi0001_(32).jpg

ہے۔ کہتے ہیں کہ اسمبلی میں ایک بار یہ سوال اٹھایا گیا تھا کہ جب اس ریاست کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے تو یہاں اسلام کا نفاذ ہوا ہے؟ جواب ملا کہ آپ دیکھ نہیں رہے، ہیں کہ ہم نے ہر ریلوے اسٹیشن پر تیر کے ذریعے قبلے کی نشان دہی کی ہے۔ اور لیٹرینوں پر عربی میں لکھوایا ہے "بیت الخلا" (چاہے کوئی سمجھے یا نہ سمجھے) اس سے زیادہ اور کیا کریں۔ ہمیں اگر زندہ رہنا ہے۔ اور آخرت میں نجالت سے بچنا ہے تو ہمیں حق کو باطل سے جدا کرنا ہوگا۔ کہ یہی راہ حق ہے۔

———☆☆☆———

—تمہاری عورتیں تمہارے لئے بمثل کھیتی ہیں—

راوی کہتا ہے کہ آنحضرت نے جب کھنکارا اور بلغم نکالا تو آپ کے اصحاب میں سے کسی نے اپنے ہاتھ پر لیا اور اپنے منہ بدن پر مل لیا (بطور تبرک کے)

(بخاری جلد نمبر دوم کتاب الشروط باب 4 حدیث نمبر 3)

بی بی عائشہ سے مروی ہے کہ عتبہ بن ابی وقاص نے مرتے وقت وصیت کی اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص کو کہ زمعہ کی لونڈی نے جو لڑکا جنا ہے وہ میرا ہے اس کو تو لے لینا جس سال مکہ فتح ہوا سعد نے اس بچے کو لے لیا۔ سعد نے اس بچے کو لیا اور کہنے لگا یہ تو میرا بھتیجا ہے، میرا بھائی وصیت کر گیا تھا۔

(جلد نمبر 2۔ باب 18 الوصیت حدیث)

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ (2-223) اس آیت میں رب نے بتایا ہے کہ میاں بیوی کے جنسی اختلاط میں اس اصول کو یاد رکھو کہ اس سے مقصود افزائش نسل (اولاد پیدا کرنا) ہے اس اعتبار سے تمہاری بیویوں کی مثال کھیتی کی سی ہے۔ جس طرح کسان وقت پر تخم ریزی کرتا ہے جب اسے فصل اگانا مقصود ہو۔ اسی طرح تم بھی اس وقت کھیتی میں جاؤ جب تم

اولاد پیدا کرنا چاہو۔ ایک فصل کھڑی ہو تو دوسری فصل نہیں بوئی جا سکتی۔

اب بخاری کی تفسیر ملاحظہ ہو۔ نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر جب تلاوت کرتے تھے تو تلاوت سے فارغ ہونے تک بات نہ کرتے ایک دن قرآن میں نے پکڑ لیا وہ یاد سے سورۃ بقرہ پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ تو مجھ سے کہنے لگے تو جانتا ہے یہ آیت کس باب میں اتری؟ میں نے کہا نہیں۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ نے کہا فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ سے مراد ہے کہ مرد عورت سے (دبر میں) جماع کرے۔

(بخاری جلد دوم (601) باب نساء کم کتاب التفسیر حدیث نمبر 1634)

قارئین تخم ریزی تو آگے سے ہوتی ہے جو قدرت الٰہی کا مقصد ہے یہ ایرانی ہمیں کیا تعلیم دے رہے ہیں؟! کیا غیر فطری طریقے (پیچھے) سے اولاد پیدا ہو سکتی ہے۔؟ چونکہ یہ بھی ہوا ایرانیوں نے سورۃ بقرہ کی آیۃ (223) کا یہی مطلب نکالا ہے

———☆☆☆———

—سورج کہاں جاتا ہے—

قارئین کرام آج میٹرک کا طالب علم بھی جانتا ہے کہ سورج غروب نہیں ہوتا بلکہ جب دنیا کا ذرا یک پہلو ہم دیکھتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ سورج غروب ہو گیا حالانکہ یہ دیگر مقامات پر چمک رہا ہوتا ہے۔ مثلاً رات آٹھ بجے پاکستان میں جب سورج نظر نہیں آتا (بی بی سی) سے اعلان نشر ہوتا ہے۔ کہ اس وقت یہاں دن کے تین بجے ہیں۔ یعنی سورج میاں وہاں حاضر ہوتے ہیں۔ یہی کیفیت امریکہ میں ہوتی ہے امریکہ میں کئی ٹائم ہیں۔ پاکستان میں اگر صبح کے 10 بجے ہوں تو شکاگو میں رات کے 11 بجے ہوتے ہیں۔ لیکن بخاری میں ہے کہ حضرت ابوذر غفاری سے حضورؐ نے پوچھا (جب

سورج ڈوب رہا تھا) کہ تو جانتا ہے کہ سورج کہاں جاتا ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ جا کر عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے۔ پھر پورب (مشرق) سے نکلنے کی اجازت طلب کرتا ہے، اس کو اجازت دی جاتی ہے اور وہ زمانہ قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے گا مگر اس کا سجدہ قبول نہ ہوگا وہ پورب سے اجازت مانگے گا لیکن اس کو اجازت نہیں ملے گی بلکہ اس کو حکم ہوگا جدھر (پچھم) سے آیا ہے ادھر ہی لوٹ جا پھر وہ پچھم (مغرب) سے نکلے گا۔

(بخاری جلد دوم باب نمبر 288 صفۃ شمس والقمر حدیث 430)

اگر یہی حدیث مغرب کو P.T.V. سے بیان کر دی جائے، کہ اس وقت سورج اللہ کے عرش کے نیچے سجدہ ریز ہے ہم بھی اجازت چاہتے ہیں کل آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ تو وہ ممالک کیا سوچیں گے جن کے ہاں سورج نصف النہار پر کھڑا ہو یہی نہ کہ ان کا دین ڈھکوسلہ ہے ان کا نبی اللہ کا فرستادہ نبی ہے ہی نہیں۔ ورنہ کائنات کے رموز جانتا ہوتا۔ مگر حقیقت یہ نہیں ہے اللہ اور اس کے رسول نے ایسی کوئی بات نہیں کہی جس کی وجہ سے ان کی امت کو شرمندہ ہونا پڑے۔ یہ بے سروپا کہانیاں فارس کے بزرجمہروں کی ہیں۔ (1972ء) میں راقم سنگاپور سے کراچی آ رہا تھا رمضان کا مہینہ تھا افطار میں تھوڑا سا وقت تھا افطار کا سامان سامنے تھا کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا کیونکہ سورج میاں سامنے کھڑا تھا۔ حالانکہ افطار کا وقت گزر چکا تھا۔ تجربہ کار ہوسٹس سمجھ گئی میرے پاس آ کر کہنے لگی کھاتے کیوں نہیں؟ میں نے سورج کی طرف اشارہ کیا کہ اس کی موجودگی میں؟ کہا یہ اتنی جلدی غروب نہیں ہوگا، ایک تو جہاز بلندی کی طرف جا رہا ہے دوسری بات یہ ہے کہ ہم مغرب کی طرف محو پرواز ہیں۔ بات میری سمجھ میں آ گئی ہم نے روزہ افطار کر لیا، کیونکہ وقت ہو چلا تھا اور سورج غروب نہیں ہو رہا تھا۔

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ نے اپنے پرودگار سے شکوہ کیا کہنے لگی اب تو میرا یہ حال ہے (گرمی کی شدت سے) میں خود اپنے تئیں کھا رہی ہوں، اس وقت اس کو (سال بھر میں) دو بار پرودگار نے سانس لینے کی

اجازت دی۔ ایک سانس اندر کو جاڑے میں اور ایک سانس (باہر کو) گرمی میں۔ تم جو گرمی میں سخت حرارت محسوس کرتے ہو اور جاڑے میں سخت سردی ہوتی ہے۔ اس کی یہی وجہ ہوتی ہے۔

(بخاری جلد دوم باب بدء الخلق نمبر 294 حدیث نمبر 490)

مان لیا کہ جہنم کو سانس کی اجازت ملی جب سانس کھینچتا ہے تو دنیا میں شدید سردی ہوتی ہے اور جب سانس چھوڑتا ہے تو دنیا میں شدید گرمی ہوتی ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ جہنم کی یہ گرمی گرم خطوں کو جلسا کر رکھ دیتی ہے جہاں اکثر مسلمان رہتے ہیں، اور ٹھنڈے علاقے جہاں کفار رہتے ہیں وہاں تک اس کی رسائی نہیں ہے۔ یہ تو بہت ناانصافی ہے۔ گرین لینڈ فن لینڈ قطب شمالی اور جنوبی کا تو یہ کچھ بگاڑ ہی نہیں سکتا۔ ہمیں برباد کرنے پر تلا ہوا ہے۔ چلو اچھا ہے مری تک بھی اس کی سانس نہیں پہنچتی۔ ملتان جانے اور شمس تبریز۔ سنا ہے وہاں سورج سوا نیزے نیچے اتر آیا ہے۔ سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ شمس تبریز بابا کو کسی نے گوشت دیا مگر اس کو بھوننے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ بابا نے لاتعداد دروازوں پر دستک دی مگر کسی نے دروازہ نہیں کھولا، بابا کو غصہ آیا سورج کو مخاطب کیا کہا نیچے اتر اوپر کیا کر رہا ہے، تو بھی شمس ہے اور میں بھی شمس ہوں شمس نیچے اترا اور اس کا گوشت بھونا۔ واپس نہیں گیا اس لئے وہاں گرمی زیادہ ہوتی ہے۔ مگر ڈاکٹر مشتاق کہتے ہیں کہ شمس تبریز بھی گوشت پوست کا انسان تھا اس کا گوشت کیوں نہیں بھن گیا۔

☆☆☆

---صحابہ دشمن کو دھوکے سے قتل کرتے تھے---

لڑائی میں جھوٹ بولنا (مصلحت کے لئے) درست ہے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعب بن اشرف یہودی کو کون مارے گا؟

اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ستا رکھا ہے۔ محمد بن مسلمہ انصاری نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اسے مار ڈالوں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ یہ سن کر محمد بن مسلمہ کعب کے پاس گئے اور کہا اس شخص نے (پیغمبر صاحب نے) ہم کو ایک مصیبت میں پھنسا دیا ہے۔ (کہتا ہے نماز پڑھو روزہ رکھو) اب ہم سے زکوۃ بھی مانگتا ہے۔ کعب یہودی نے کہا ابھی کیا ہے اور مصیبت میں پڑو گے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا (یاد کریں کیا) ہم اس کی پیروی کر چکے ہیں، اب ایک دم الگ ہو جانا بھی برا معلوم ہوتا ہے مگر ہم دیکھ رہے ہیں اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ غرض اس طرح کی باتوں میں لگا کر اس پر قابو پا کر قتل کر دیا۔

(جلد دوم کتاب الجہاد والسیر باب 201 الکذب)

ایک تیر سے کتنے شکار نماز بھی فرض کرادی زکوۃ بھی۔ اور دھوکے سے قتل بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایما سے کروایا۔ کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کو ستاتا تھا۔ اللہ کو کون ستا سکتا ہے؟ اگر رسول کو ستایا تو اللہ اسے کسی بھی طریقے سے مار سکتا تھا اصحاب رسول سے دھوکے سے مروادیا۔ یہ ماننے والی بات نہیں ہے۔ حضورؐ تو سرداران مکہ کو میدان جنگ میں آنے کا چیلنج دیتے ہیں کہ آؤ میدان میں پھر دیکھو کہ کس طرح ہم تمہیں سر کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہیں (96.15) ایسے رسول کو یہ حدیث ساز بتاتے ہیں کہ وہ دشمنوں کو دھوکے سے مرواتے تھے۔ جنگ بدر کے موقع کی بات ہے جب مخالفوں سے لڑنے کے لئے راست اقدام پر بحث ہوئی تو رسول اللہ کے لشکریوں میں سے بعض نے کہا کہ ہم قلیل ہیں تو دشمنوں پر چوری چھپے چھاپہ مار طریقہ سے اندھیرے میں شبخون ماریں اور بعضوں نے کہا کہ نہیں جنگ آمنے سامنے لڑیں گے۔ قرآن نے اس گروہ کی رائے کی حمایت کی جو کھل کر جنگ کرنا چاہتے تھے اور فرمایا کہ کھل کر اس لئے لڑو کہ۔ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (8.42) اللہ نے فریقین کی تجویزوں کے دلائل سن لئے ہیں اب فیصلہ یہ ہے کہ چونکہ یہ اصولوں اور نظریوں کی جنگ ہے یہ

لڑائی ایسے گروہ کی ہے جو دنیا سے غلامی کی لعنت کو ختم کر کے انسانوں کو سرداروں کے پنجوں سے چھڑانے کے لئے برسر بام آیا ہے۔ سو یہ لڑائی چھاپہ مار طریقہ پر نہیں ہوگی اس لڑائی میں ثابت کرتا ہے کہ کس کا نظریہ اور منشور سچا ہے۔ اب اس جنگ سے یہ ثابت کرتا ہے کہ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ یعنی جو نظریہ اور منشور اور اس کے علمبردار اگر فنا اور ہلاک ہوتے ہیں تو وہ بھی کھلے بندوں سامنے آکر اپنے دلیل روشن اور نظریہ حیات کے لئے لڑیں اور وہ اس جنگ سے ثابت کریں کہ ہم اصولوں کے لئے مر کھپ جانا پسند کریں گے اور جو زندہ رہیں گے وہ بھی دلیل روشن اور اصولوں کے ساتھ اور اپنے منشور کے لئے زندہ رہیں تاکہ دنیا پر جنگ کا یہ فلسفہ بھی ثابت ہو جائے کہ ان لڑائیوں سے ہمیں یہ ثابت کرنا ہے کہ ہم اپنے منشور کے لئے اپنی آئیڈیالوجی کے لئے لڑ رہے ہیں۔ لیکن۔ ایرانی فیکٹری کا مال، ہمیں یہ تعلیم دے رہا ہے کہ ان کے رسول دشمنوں کو صحابہ کے ہاتھوں دھوکے سے مرواتے تھے۔ اور امت کو یہ تعلیم دیتے تھے کہ لڑائی میں جھوٹ بولنا (مصلحت کے لئے) درست ہے۔

اگر آپ یہ حدیث کسی مولوی کے گوش گزار کر دیں تو بجائے اس کے کہ وہ آپ کا ہمنوا بن جائے وہ اس کے لئے تاویلیں تراشنے میں لگ جائے گا کہ بھئی (فَاِنَّهٗ قَدْ اٰذَى اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ) اللہ اور رسول کو اذیت دینے والے کو تو جس طرح قتل کرنا چاہو جائز ہے یہ جو مخالفین کو آئے دن مسجدوں، مقبروں، ہوٹلوں میں کھانا کھاتے ہوئے سیرت النبی کے اجتماعات، میں، بسوں، اور ریل گاڑیوں میں ہلاک کیا جاتا ہے، انہوں نے ایرانیوں کی یہی حدیثیں پڑھی ہوتی ہیں وہ اسی کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ بلا سبب جان لینا اور دینا تو حرام ہے مگر ایک طریقہ سے جان دینے والوں کو اللہ نے اپنا محبوب کہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طریقے کے علاوہ جو لڑے گا یا جان دے گا وہ غیر محبوب یعنی (ناپسندیدہ) ہوگا۔ آپ ضرور معلوم کرنا چاہتے ہوں گے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ وہ کون سا طریقہ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ

Bulandi0001_(35).jpg

مَّـرۡصُوۡصٌ (61/4) "بیشک اللہ ان سے محبت کرتا ہے (انہیں محبوب رکھتا ہے) جو اللہ کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں۔ گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں" گویا اللہ تعالیٰ نہایت منظم فوج کو پسند کرتا ہے ان سے محبت کرتا ہے ایسی منظم فوج جو کہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہو۔ اس آیت سے پتہ چلا کہ منظم فوج ہی اللہ کی پسندیدہ ہے اور اللہ خودکش حملہ آوروں سے نفرت کرتا ہے۔ جو دھوکے سے کسی کو ہلاک کریں۔

اس ایک ہی حدیث سے ایرانیوں نے ہمارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کے صحابہ کو غیر اصولی، دھوکے باز، فریبی ثابت کیا ہے۔ اللہ نے ان لوگوں کے متعلق فرمایا ہے۔ يُخٰدِعُوۡنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ مَا يَخۡدَعُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَ مَا يَشۡعُرُوۡنَ ۔ (2:9) یہ لوگ اللہ اور مومنوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں، ایسا ممکن نہیں ہے ہاں یہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں مگر کس طرح اس کا انہیں شعور نہیں ہے۔

——————☆☆☆——————

---جماع فی الدبر اور عزل---

ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے تھے مجدی بن عمرو ضمری نے کہا یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم لڑائی میں پکڑی ہوئی قیدی عورتوں سے صحبت کرتے ہیں، اور ان کا بیچنا مقصود ہوتا ہے جبکہ (فنحب الاثمان) کیا فرماتے ہیں آپ عزل (علیحدگی یا باہر جھاڑنا) کے بارے میں؟ آپ نے فرمایا تم ایسا کرتے ہو؟ تب بھی ایسی کوئی بات نہیں، اگر تم ایسا نہ کرو تب بھی کوئی بات نہیں، کیونکہ جس جان نے دنیا میں آنا ہے رب نے لکھ دیا ہے وہ آ کر رہے گی۔

پوچھا تو یہ تھا کہ قیدی عورتوں سے جب ہم ایسا کرتے ہیں تو وہ حاملہ ہو جاتی ہیں ہمارا مقصد ہوتا ہے اچھی قیمت وصول کرنا جبکہ حمل کی وجہ سے اچھی قیمت نہیں ملتی

لہٰذا اگر ہم عزل کریں تو ــــ جواب اگر تم انزال اندر کرو یا باہر کرو بچہ تو پیدا ہو گا۔ ان کا سوال تھا (فنحب الاثمان) اچھی قیمت وصول کرنا جو حمل کی وجہ سے ممکن نہیں رہا۔ قانون فطرت تو یہ ہے کہ تخم ریزی نہیں ہوئی تو بچہ پیدا نہیں ہو گا اور تخم ریزی جب ہو گی جب بیج اندر پڑے۔ یہاں جواب ہے۔ آئے گا، آنے والا آئے گا......

(بخاری جلد اول کتاب البیوع 1384 باب حدیث نمبر 2088)

رہی سہی کسر اس حدیث نے پوری کر دی۔ حضرت عمر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، جب کوئی ایسی لونڈی ہبہ کی جائے جس سے صحبت کی جاتی تھی یا بیچی جائے آزاد ہو تو ایک حیض تک پاکی کا انتظار کرنا چاہیے اور کنواری کے لئے پاکی کے انتظار کی ضرورت نہیں ہے۔ اور عطا بن ابی رباح نے کہا اگر کسی کی لونڈی حاملہ ہو تو اس کی شرمگاہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ سے مزہ اٹھا سکتا ہے۔

(بخاری جلد اول کتاب البیوع باب اگر کوئی لونڈی خریدے نمبر 1386)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جو ایمان تو نہیں لائی تھیں مگر صحابیات کی طرح پردہ کرتی تھیں اس لئے کہ انہوں نے اسلام کے کسی عمل کو تو اپنایا۔ ہندوستان کے ساتھ ہماری جنگیں ہوتی رہتی ہیں اگر کسی معرکے میں وہ ہمارے ہاں سے مردوں اور عورتوں کو قیدی بنا کر لے جائے، مردوں کو غلام بنا کر ان سے مشقت لے اور عورتوں کو لونڈیاں بنا کر انہیں ہر طرف سے استعمال کرے یار دوستوں کو سپلائی کرے اور بازار میں فروخت کرے۔ تو یقیناً ہمارے علمائے کرام کو بھی خوشی ہو گی کہ چلو بھارت مسلمان تو نہیں ہوا مگر کچھ عادات تو مسلمانوں کی اپنالی۔ جنگی قیدیوں سے مشقت لے رہا ہے اور عورتوں کو دو طرفہ استعمال کر رہا ہے۔ اگر یہ بات جنیوا تک پہنچ گئی کہ پاکستانیوں کے مذہب میں قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک روا رکھنے کی ہدایات ہیں۔ تو ہمارا اور ہمارے دین کا تو جنازہ نکل جائے گا۔ بہتر ہو گا کہ انتقامی طور پر لکھی گئیں ان کتابوں سے جتنی جلدی ہو سکے جان چھڑائی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ امام انقلاب عبیداللہ سندھی کو کہنا پڑا کہ اگر مجھے کہا جائے کہ اس نوجوان کو بخاری پڑھائی

جائے تو میں یہ نہیں کرسکوں گا۔ لیکن میرا کہنا یہ ہے کہ بے غیرت سے بے غیرت اور ماڈرن سے ماڈرن آدمی کیوں نہ ہو وہ تین کام نہیں کرسکتا (۱) (صحیح بخاری) میز پر کھلی چھوڑ کر گھر سے نہیں جاسکتا (۲) (دیوان خوشحال خان) کھلا چھوڑ کر نہیں جاسکتا (۳) ماں، بہنوں یا بیٹیوں کے ساتھ پشتو فلم نہیں دیکھ سکتا۔

———☆☆☆———

---ام کلثوم ؓ کی قبر میں کون اترے---

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ ہم حضورؐ کی صاحبزادی (ام کلثوم) کے جنازے میں حاضر تھے، وہ حضرت عثمان کی بیوی تھیں۔ (۹ہجری میں انتقال ہوا) آپ قبر پر بیٹھے ہوئے تھے، میں نے دیکھا آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ آپ نے فرمایا لوگو! کوئی تم میں سے ایسا بھی ہے جو آج رات کو عورت کے پاس نہ گیا ہو۔ ابو طلحہ نے کہا میں حاضر ہوں، آپ نے فرمایا کہ پھر اترو ان کی قبر میں۔۔۔ وہ ان کی قبر میں اترے۔

(بخاری جلد اول کتاب الجنائز باب قول النبی نمبر 816 حدیث 1209)

بظاہر تو بڑی بے ضرر حدیث نظر آتی ہے، لیکن غور کیا جائے تو بخاری بہت کچھ کر گئے۔ صحابہ کرام کیا اس قبیل کے لوگ تھے کہ وہ کوئی رات خالی نہیں جانے دیتے تھے۔ بخاری نے ثابت کیا کہ وہ اسی قسم کے لوگ تھے۔ کہ سرکار دو عالم ؐ کی صاحبزادی کے جنازے جیسے اہم کام کے لئے بھی ناپاک چلے آئے۔ حتیٰ کہ حضورؐ کو پوچھنا پڑا کہ ہے کوئی؟۔۔۔ اگر کوئی بیوی کے پاس گیا بھی تو پانی ہر قسم کی نجاست کو پاک کر دیتی ہے پھر کیا قباحت تھی کہ حضورؐ کو پوچھنا پڑا۔ اگر اُن کا کردار اس قسم کا تھا تو ہم ان سے بہتر ہوئے۔ اگر ہم ان سے بہتر ہوتے تو اللہ ہمیں اس بابرکت دور میں پیدا کرتا۔ مگر حقیقت

یہ ہے کہ یہ سب عجمی مجوسی افسانے ہیں صحابہ کرام ہم سے لاکھ درجے بہتر تھے ہم بھلا کہاں ان تک پہنچ سکتے ہیں۔ انہیں تو رب نے دنیا میں جنت کی بشارت دی تھی۔ اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں رب فرماتا ہے وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (9-100) جن لوگوں نے سبقت کی مہاجرین اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے اور ان کے لئے باغات ہیں جنت کے۔ جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ جس سے رب راضی ہوا اسے اور کیا چاہیے۔

———☆☆☆———

---عبداللہ ؓ بن عمر کی روایت---

سب سے بڑا ظلم تو یہ ہے کہ جو نام اللہ نے اپنے کلام کے لئے یعنی اپنے ارشادات، تعلیمات اور فرمودات کے لئے پسند فرمایا تھا۔ وہی نام ان روایات پر رکھا گیا ایسا کام کوئی ابن عرب نہیں کرسکتا تھا یہ نام 260 سال بعد وفات نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان عجمیوں نے رکھا جنہوں نے ان مجموعوں کو ترتیب دیا تھا یہ نام رکھنا مغالطے کا باعث بنتا ہے۔ ایرانیوں نے ان روایات کو رسول اللہ سے منسوب کیا اور نام رکھا حدیث اور ان میں کثیر تعداد بناوٹی مواد ملا لیا۔ کلام اللہ اور کلام رسول میں اتنا ہی فرق ہے جتنا اللہ اور رسول میں ہے۔ رسول صلے اللہ علیہ وسلم تو اپنے احکام یا اپنی باتیں بطور حدیث نہیں پیش کرتے تھے۔ وہ تو اللہ ہی کا کلام پیش کرتے تھے۔ جیسے کہ اس آیت کریمہ سے ثابت ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ...... (5-67) اے رسول پہنچا دو وہ ہدایات جو

Bulandi0001_(37).jpg

تمہارے نشوونما دینے والے نے تم پر نازل کی ہیں۔ اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو تم فریضہ رسالت میں ناکام ہو کر رہ جاؤ گے۔ اور رسول علیہ السلام سے کہلوایا گیا۔ أُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ ۚ أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ (6-19) اور میری طرف یہ قرآن اتارا گیا ہے کہ میں تم کو اس کے ذریعہ سے آگاہ کروں اور ان کو بھی جن تک یہ پہنچے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ قُلْ إِنَّمَا أُنذِرُكُم بِالْوَحْيِ (21-45) کہہ دے کہ میں تم کو صرف وحی کے ذریعہ آگاہ کرتا ہوں۔ پھر بھی حدیث تو اسی کو کہا جائے گا جو ختم المرتبتؐ کے زبان مبارک سے نکلی اور کسی کے کان میں پہنچی مگر یہاں تو فوج ظفر موج درمیان میں کھڑی ہے۔ حالانکہ صدیق اکبرؓ نے روایت سے منع کرتے وقت یہی فرمایا تھا کہ اگر کوئی سوال کرے تو اس سے کہہ دو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان قرآن ہے جو اس نے جائز کیا ہے اس کو جائز اور جو نا جائز کیا ہے اس کو نا جائز سمجھو۔ نیز فاروق اعظمؓ فرمایا کرتے تھے کہ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ۔ ہمارے واسطے اللہ کی کتاب کافی ہے۔ ان کے خلاف یہ روایت قرآن کریم کو نا کافی اور غیر مکمل بتاتی ہے، جو اس کے جعلی ہونے کی قطعی دلیل ہے۔

اگر اس زمانے کا کوئی ایسا واقعہ ہو جس سے دین کا کوئی مسئلہ یا گوشہ منظر عام پر آئے، اسے اس لئے قلم بند کیا جائے کہ لوگوں کے علم میں اضافہ ہو، کہیں مرور زمانہ سے وہ مٹ نہ جائے۔ تو پھر بھی کوئی بات بنتی ہے۔ مگر یہاں تو اکثر روات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، ان کی ازواج مطہرات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے بدنامی کا سبب بنی ہوئی ہیں۔ علم میں اضافے کا کوئی شائبہ تک نہیں۔

مثلاً عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جب تو حاجت کے لئے بیٹھے تو قبلے کی طرف منہ نہ کر نہ بیت المقدس کی طرف۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن گھر کی چھت پر چڑھا میں نے دیکھا کہ اللہ کے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) دو کچی اینٹوں پر بیت المقدس کی طرف منہ کئے ہوئے حاجت کے لئے بیٹھے ہیں اور ابن عمر نے واسع سے کہا شاید تو ان لوگوں میں سے ہے جو چوتڑوں کے بل نماز پڑھتے

ہیں......... (بخاری جلد اول کتاب الوضو باب من تبرز 107۔ حدیث 145)

قارئین بتایئے اس سے دین کے کون سے گوشے منکشف ہوئے۔ کوئی اپنے باپ کو کپڑے بدلتے ننگا دیکھ لے تو اس کا ذکر یار دوستوں میں برملا نہیں کرتا مگر یہاں سرکار دو جہاں کا ذکر یوں ہو رہا ہے کہ جیسے راہ چلتا ننگا فقیر۔ عبداللہ بن عمر چھت پر چڑھا کیوں؟ اگر چڑھ گیا تو اُدھر کیوں دیکھا، اگر دیکھا تو نظریں جھکا کر استغفار پڑھ لیتا اللہ سے معافی مانگتا کہ میں نے قصداً اس طرف نہیں دیکھا۔ مگر وہ لگے یار دوستوں کو ایسا واقعہ سنانے کہ اگر وہ حضورؐ سنتے تو ناراض ہوتے۔ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ غیبت اسے کہتے ہیں کہ جس کے متعلق بات کی جائے اگر وہ موجود ہو تو سن کر ناراض ہو جائے۔ اور غیبت ہے کیا۔ الغیبة اشد من الزنا۔ غیبت زنا سے زیادہ شدید ہے۔ اس روایت کے متعلق ہمارا اندازہ یہی ہے کہ ایرانی مال ہے۔ کیونکہ بدنامی کے تیر چھپے ہوئے ہیں۔ علامہ اقبال نے فرمایا تھا کہ اگر مجھے کوئی یہ کہہ دے کہ تیرے رسول کے کپڑے میلے تھے تو میں اسے بھی توہین رسالت کہوں گا۔

---☆☆☆---

حضورؐ کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا

حذیفہؓ فرماتے ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے گھورے (گنواروں کی زبان میں مویشیوں کی ناند، غار کھوراث) پر آئے وہاں کھڑے کھڑے پیشاب کیا پھر پانی منگایا میں پانی لایا آپ نے وضو کیا۔ (بخاری جلد اول کتاب الوضو باب 128 بول قائماً حدیث 222)

حذیفہؓ نے کہا حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے گھورے پر پہنچے دیوار کے پیچھے آپ ایسے کھڑے ہوئے جیسے کوئی تم میں سے کھڑا ہوتا ہے، پھر آپ پیشاب کرنے لگے، میں الگ سرک گیا، آپ نے اشارے سے بلایا، میں آیا اور آپ کی ایڑی کے

Bulandi0001_(38).jpg

ساتھ کھڑا ہورہا تھی کہ آپ پیشاب سے فارغ ہوئے۔ (بخاری جلد اول کتاب الوضو باب البول عند صاحبہ 150 حدیث 223)

قارئین کرام ان دو حدیثوں نے آپ کی معلومات میں کوئی اضافہ کیا؟ ماسوائے اس کے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا سنت ہے چاہے چھینٹوں سے کپڑے پلید ہوں۔

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر آیا، لوگوں نے کہا وہ صبح تک سوتا رہا (فرض نماز کے لئے بھی نہیں اٹھا) آپ نے فرمایا شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کر دیا۔

------☆☆☆------

---مردہ قبر میں سنتا ہے---

فرمایا انسؓ نے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جب آدمی کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ موڑ کر چل دیتے ہیں وہ ان کے جوتوں کی آواز تک سنتا ہے۔ اس وقت اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اس کو بٹھاتے ہیں پوچھتے ہیں تو ان صاحب محمدؐ کے باب میں کیا اعتقاد رکھتا تھا؟ وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ دوزخ میں جو تیری جگہ تھی وہ دیکھ لے وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اللہ نے اس کے بدلے تمہیں بہشت میں ٹھکانا دیا۔ حضورؐ نے فرمایا وہ اپنے دونوں ٹھکانوں کو دیکھ لے گا۔ اور کافر یا منافق (کم بخت) فرشتوں کے جواب میں کہتا ہے میں نہیں جانتا۔ میں تو وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے پھر اس سے کہا جائے گا نہ تو نے خود غور کیا نہ تو نے عالموں کی پیروی کی۔ پھر لوہے کے ہتھوڑے سے اس کے کانوں کے بیچ ایک ضرب ماری جائے گی وہ ایک چیخ مارے گا جسے اس کے آس پاس والی مخلوق سن لے گی۔ (بخاری کتاب الجنائز باب المیت یسمع نمبر 851 حدیث 1258)

یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے اللہ فرماتا ہے۔ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ (35-14) مُردوں کو تم کتنا بھی پکارو یہ تمہاری پکار نہیں سنتے...... فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ (30-52) تم مردوں کو کچھ نہیں سنا سکتے اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَ الْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ (6-36) تمہاری دعوت کا جواب تو تو زندہ ہی سن سکتے ہیں مردے تو جب انہیں اللہ اٹھائے گا...

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (27-80) تم مردوں کو کچھ نہیں سنا سکتے۔

ان تمام آیات سے ثابت ہے کہ مردے کچھ نہیں سنتے۔ مگر ایرانیوں کی وحی غیر متلو کہتی ہے کہ جب آدمی کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ موڑ کر چل دیتے ہیں وہ ان کے جوتوں کی آواز تک سنتا ہے۔ اس کے ساتھ نام لگایا ہے سرور کونین کا ہم نہ تو حضورؐ کے کلام کو جھوٹا کہیں گے نہ ہی راوی حضرت انسؓ کو ہم ان ایرانیوں کو جھوٹا کہیں گے جنہوں نے یہ بناوٹی قرآن مخالف حدیث بنا کر ان متبرک ہستیوں کے نام منسوب کر دی۔ اس کی بھی وجہ ہے ایرانیوں نے مسلمانوں کو درگاہوں کی چوکھٹ پر پہنچانا تھا تا کہ وہاں سے مرادیں مانگیں، قرآن کی یہ آیات ان کی راہ میں رکاوٹ تھی کہ مردے نہیں سنتے، اس ایک حدیث سے قرآن کی آیت کو معطل کر دیا کہ مردے تو لوٹتے ہوئے قدموں کی آوازیں تک سنتے ہیں بھلا مزارات والے کیوں نہیں سنیں گے۔ عرب تو ان کے دام فریب میں نہیں آئے، ان کے ہاں کوئی درگاہ نہیں ہے۔ مگر ہند، پاکستان، بنگلہ دیش، افغان وغیرہ اس دلدل میں گلے گلے تک دھنس گئے۔ یاد رکھئے کہ شرک صرف یہی نہیں کہ بتوں کو سجدہ کیا جائے بلکہ یہ بھی شرک ہے کہ کوئی رب کے علاوہ قاضی الحاجات کسی اور کو سمجھ لے چاہے وہ مردہ ہو یا زندہ۔ اور یہ بھی شرک ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کے احکام مانے جائیں حتیٰ کہ کیا حرام ہے کیا حلال ہے یہ حق بھی رب کو حاصل ہے۔ فرمایا۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (7-32) کہو کس نے زینت

حرام کی ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے رکھی ہے اور کس نے اللہ کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع قرار دیں کہو یہ ساری چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی ایمان لانے والوں کے لئے ہیں۔ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (7-156) اللہ ہی ان پر پاک صحت مند چیزیں حلال فرماتا تھا اور بری چیزیں حرام۔ اس صورت حال میں اگر کوئی پیر مرشد مولوی وغیرہ کوئی چیز حلال قرار دیا اور کوئی چیز حرام اور مرید مان لے تو یہ شرک ہے۔

———☆☆☆———

---رمضان میں چھٹی کرلو حرام مت کھاؤ---

جیسے کہ علامہ تقی عثمانی صاحب نے مجموعہ اوراد و وظائف میں تحریر فرمایا ہے کہ بعض حضرات کی مکمل آمدنی حرام ہے۔ مثلاً وہ کسی سودی ادارے میں ملازم ہیں ایسے حضرات ماہ رمضان المبارک میں کیا کریں؟ ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب قدس اللہ سرہ اللہ ان کے درجات بلند فرمائے۔ اس آدمی کے لئے راستہ بتا گئے ہیں۔ کہ ایسے آدمی کو جس کی مکمل آمدنی حرام ہو، میں اس کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ رمضان میں ایک ماہ کی چھٹی لے لے۔ کم از کم اس ماہ کے خرچ کے لئے حلال ذریعہ کا انتظام کرے کوئی جائز ذریعہ اختیار کرے۔ اگر یہ ممکن نہیں تو اس ماہ کے خرچ کے لئے کسی سے قرض لے لے اور یہ سوچے کہ میں اس مہینے حلال آمدنی سے کھاؤں گا۔ کم از کم اتنا تو کرے۔

(صفحہ ۱۱۱ مجموعہ اوراد و وظائف)

قارئین ملاحظہ فرمایا بقیہ مہینے حرام کھاتا رہے، اللہ کی موجودگی میں بس رمضان کی آمد پر حرام خوری چھوڑ دے کیونکہ رمضان اللہ سے بڑا ہے۔ رمضان میں قرض لے کر خرچہ چلائے۔ بعد میں وہ قرض حرام کی کمائی سے ادا کرے۔ اس طرح اللہ دھوکہ کھا جائے گا۔ جبکہ اللہ کا فرمان ہے۔ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ مَا

يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ (2-9) یہ اللہ اور مومنین کو دھوکا دیتے ہیں حالانکہ یہ اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں، مگر انہیں شعور نہیں۔

———☆☆☆———

---اگر مرد عورت کو بستر پر بلائے تو انکار نہ کرے---

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے لونڈی کسبی کی حرامکاری کی کمائی سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری جلد اول کتاب الاجارات باب کسب البغی ۱۱۱۹ حدیث 2139)

اسے کہتے ہیں نشب الخفی چھپا تیر۔ صحابہ کرام کو ثابت کیا کہ وہ کسبی لونڈیوں کی کمائی کھاتے ہوں گے جب ہی تو حضورؐ نے منع فرمایا۔ یہ بھی ایرانی مال ہے۔

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا آقائے نامدارؐ نے کہ جب کوئی مرد اپنی عورت کو بلائے بستر پر جماع کے لئے اور وہ نہ آئے (انکار کردے) تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔

(بخاری جلد سوم کتاب النکاح باب اذا باتت المراۃ 115 حدیث 178)

ملاحظہ فرمایا میاں بیوی کے ملاپ پر کتنا زور دیا کہ اگر عورت انکار کرے تو فرشتے صبح تک لعنت کرتے ہیں۔ یعنی یہ اتنا بابرکت کام ہے۔ اور اللہ کے ترازو میں اتنا وزندار کہ ایرانی چاہتے ہیں کہ مسلمان اسی دھندے میں پڑا رہے اور کسی کام کا نہ رہے۔ ہوا بھی یہی اسی کام کی وجہ سے مسلمان مضمحل، کسلمند، سست الوجود کمزور ہو کر رہ گئے ہیں ترقی پسند قوموں کے ساتھ قدم ملا کر چلنے کے قابل نہ رہے شاہراہ حیات پر دوسری قوموں سے پچھڑ کر رہ گئے ہیں۔

———☆☆☆———

Bulandi0001_(40).jpg

۔۔۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تین جھوٹ۔۔۔

قارئین اس حدیث کی عبارت تو بہت طویل ہے، مگر اختصار سے کام لوں گا۔ ابو ہریرہ مروی ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ۔ لَمْ يَكْذِبْ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَّا ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ ۔ ابراہیم علیہ السلام امام الناس جنہیں اللہ نے (خلیل اللہ) اپنا دوست کہا انہوں نے زندگی میں تین جھوٹ بولے۔

(بخاری جلد دوم کتاب بدء الخلق باب ابراہیم کا بیان 312 حدیث 582)

اللہ نے اس جلیل القدر پیغمبر جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے جد امجد ہیں اور حضورؐ کو حکم ہوا کہ۔ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرٰهِيمَ حَنِيفًا (4.125) ابراہیم کے دین کی اتباع کر۔ اللہ نے اپنے اس دوست کی صفائی میں فرمایا کہ۔ وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِبْرٰهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا (19.41) یاد کر اس کتاب میں ابراہیم کی کہانی کو وہ میرا ایک سچا نبی تھا۔ مسلمان ہو یا دیگر ادیان والے اللہ سب کے ہاں عظیم تر ہے اس سے بڑی کوئی اتھارٹی نہیں۔ مگر ہے بخاری نے کہہ دیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے تین جھوٹ بولے ہیں۔ ہمارے ہاں ہر صاحب محراب و منبر والے مانتے ہیں کہ انہوں نے تین جھوٹ بولے ہیں وہ ہاتھ کی تین انگلیاں کھڑی کر کے مسکرا کر بتاتے ہیں، مسکراتے اس لئے ہیں کہ دیکھو میں سرحد کے ایک دور افتادہ گاؤں کا رہنے والا اس پکی مسجد کا پیش امام یہ تک جانتا ہوں کہ ابراہیم کیا کرتا رہا۔ جب پیش امام بولتا ہے تو اس کے تمام مقتدی مانتے ہیں کہ مولوی صاحب جو کچھ کہہ رہے ہیں سچ کہہ رہے ہوں گے۔ ابراہیم بولے ہوں گے، تین جھوٹ کیوں کہ جب پیدا ہوتے ہیں تو اسی مولوی نے کان میں اذان دے کر مسلمان بنایا ہوتا ہے، بعد میں اسی سے سیپارہ پڑھتے رہے، جوان ہوئے تو اسی نے نکاح پڑھایا اور مریں گے تو یہی جنازہ پڑھے گا۔ یہ مقرب الٰہی ہے رازدار دروں خانہ سے آگاہ ہے۔ نبی کے مصلے کا وارث ہے۔ اور جس کی تان

بخاری پر توثیق ہو اس پر شک کرنے والا وادی کفر کا باشندہ ہوتا ہے۔ رہی اللہ کی بات تو اسے دیکھا کس نے؟ رہے بخاری تو اسے ہر ایک نے دیکھا ہے۔

قارئین وہ تین جھوٹ کیا تھے؟ جس کے متعلق بخاری صاحب فرماتے ہیں کہ خالص اللہ کے لئے تھے۔ اس سے ان کو ذاتی فائدہ کچھ نہ تھا۔ ایک جھوٹ تو یہ کہنا کہ ہم راستے پر جا رہے تھے صفوان یا اردن کے بادشاہ کو خبر ملی کہ ایک مسافر کے ساتھ عورت بڑی خوبصورت ہے۔ اس نے ابراہیم کو بلوایا پوچھا کہ تمہارے ساتھ کون ہے (وہ بادشاہ بیوی چھین لیتا تھا البتہ بہن کو چھوڑ دیتا تھا) ابراہیم نے اس ڈر سے کہ بیوی چھین لے گا کہا میری بہن ہے۔ آکر بیوی سے کہا تو بھی یہی کہنا تا کہ میں جھوٹا نہ پڑوں بیوی نے بھی کچھ کہا۔ بادشاہ برے ارادے سے بڑھا تو اس پر فالج کا اٹیک ہوا، جو زوجہ ابراہیم کی دعا سے ٹھیک ہوا اور اس نے لونڈی ہاجرہ دے کر رخصت کیا۔ اسی ایک ہی جھوٹ کے متعلق عرض کروں گا کیونکہ اسی میں ساری ہنر مندی اور ہاتھ کی صفائی دکھائی گئی ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو حضرت اسماعیل کی اولاد میں بتاتے تھے اور حضرت اسماعیل حضرت ابراہیم کے فرزند تھے اور والدہ ہاجرہ بتائی جاتی ہے۔ اس طرح حضورؐ کا بھی منبع ہوا ابراہیم اور ہاجرہ۔ فارس کے دانشوروں نے سوچا کیوں نہ اس چشمے کو مکدر کر دیا جائے جہاں سے تعلق پر مسلمانوں کے پیغمبر فخر کرتے ہیں۔ تو انہوں نے ابراہیم کو جھوٹا اور بادشاہ سے ڈرپوک ثابت کر دیا، اور ماں کی طرف سے انہوں نے اسے لونڈی کی اولاد ثابت کر دیا۔ قارئین ملاحظہ فرمایا اللہ نے جو فرمایا تھا کہ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَ مَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ (3.118) بغض و نفرت کے بعض جذبات کبھی کبھی ابھر کر ان کی زبان تک آجاتے ہیں۔ لیکن وہ حسد اور انتقام کی اس آگ کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں جو ان کے سینوں میں دبی ہوئی ہے۔

ملاحظہ فرمایا انتقام کی آگ کی لپٹوں کو کہ کیسے لپک لپک کر باہر آ رہی ہیں۔ میری ہر مسلمان سے التجا ہے کہ اس کتاب کو صاف ذہن سے at clean mind کر پڑیں آپ پردہ

Bulandi0001_(41).jpg

کچھ آشکارا ہو جائے گا جو رب کی کرم نوازی سے مجھ پر یا دیگر متلاشیان حق پر آشکارہ ہو چکا ہے۔ آتے ہیں پھر اپنے موضوع پر۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے موسیٰ سے فرمایا کہ۔ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ (27-10) میرے رسول کبھی ڈرا نہیں کرتے۔ مگر بخاری نے ثابت کر دیا کہ ابراہیم نے ڈر کر بیوی کو بہن کہہ دیا۔ علاوہ اس کے۔ جس کے دل میں ایک ہو اور زبان پر دوسری بات وہ منافق ہوتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے دل میں یہ بات تھی کہ یہ میری بیوی ہے پھر بھی زبان سے کہہ دیا کہ یہ میری بہن ہے، اس طرح مجوسیوں نے ایک جلیل القدر پیغمبر کو منافقت کا تاج بھی پہنا دیا۔

------------☆☆☆------------

---حضرت موسیٰ علیہ السلام خصی نہیں تھے---

اللہ نے فرمایا۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا (33-69)
مفہوم کچھ اس طرح ہے۔ کہ اے صاحبان ایمان! (یہ انقلاب اس صورت میں برپا ہو سکے گا کہ تمہارا معاشرہ صحیح خطوط پر متشکل ہو جائے اس کے لئے ضروری ہے کہ تم اپنے رسول کی پوری پوری اطاعت کرو) اور اسے اس طرح تنگ نہ کرو جس طرح بنی اسرائیل قدم قدم پر اپنے رسول موسیٰ کو تنگ کرتے تھے۔ اس کی تفاصیل پورے قرآن میں جگہ جگہ آ چکی ہے خاص کر سورۃ بقرہ میں۔ کبھی من و سلویٰ کو ٹھکرا کر ساگ، مسور کی دال لہسن مانگنا کبھی گائے کا جھگڑا وغیرہ وغیرہ۔

اب وحی نمبر دو غیر متلو جو امام بخاری کی معرفت ہم تک پہنچی ہے اس کی تفسیر ملاحظہ ہو:- ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ موسیٰ بڑے شرم والے بدن ڈھانپنے والے تھے۔ شرم کی وجہ سے ان کے جسم کا کوئی حصہ دیکھ نہیں سکتا تھا۔ بنی اسرائیل کے بعض لوگوں نے انہیں ستایا کہنے لگے موسیٰ جو اتنا بدن چھپاتے ہیں ان

میں کوئی عیب ضرور ہے۔ خصیوں کی بیماری میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ موسیٰ کی بے عیبی ان پر کھل جائے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ موسیٰ اکیلے تھے انہوں نے کپڑے ایک پتھر پر رکھ کر ننگا نہانا شروع کیا، نہانے کے بعد کپڑے لینے لگے تو (بقدرت الٰہی) پتھر ان کے کپڑے لے بھاگا، موسیٰ نے اپنا عصا اٹھایا اور پتھر کے پیچھے بھاگے اور کہتے جاتے تھے ثوبی یا حجر ثوبی یا حجر۔ اے پتھر میرے کپڑے دے اے پتھر میرے کپڑے دے۔ وہ نہ رکا حتیٰ بازار میں جہاں بنی اسرائیل کا ہجوم تھا وہاں جا کر کھڑا ہوا سب نے موسیٰ کو ننگا دیکھا کہ وہ چنگے بھلے تھے۔ کل ہتھیار موجود تھا۔ اللہ نے موسیٰ کو پاک کر دیا اس عیب سے جو وہ لوگ لگاتے تھے۔ موسیٰ نے کپڑے پہنے اور اپنے عصا سے پتھر کو مارنا شروع کیا اللہ کی قسم پتھر میں اس مار کے نشانات موجود ہیں۔

(بخاری جلد دوم کتاب بدء الخلق باب 330 حدیث نمبر 625)

قارئین کرام ملاحظہ فرمایا۔ ایک جلیل القدر پیغمبرؐ دوسرے جلیل القدر پیغمبر کا قصہ بیان فرما رہے ہیں۔ کہ وہ پاگلوں کی طرح بازار میں ننگے بھاگ رہے ہیں اور پتھر پر لاٹھیاں برسا رہے ہیں۔ اس بناوٹی حدیث میں کیا بات پوشیدہ تھی؟ اس دروغ گوئی کی داستان میں ایرانیوں نے یہ کام کیا کہ یہودیوں کے دلوں میں مسلمانوں کے لئے دائمی نفرت بٹھا دی کہ مسلمانوں کے پیغمبر نے بنی اسرائیل کے پیغمبر کے خلاف یہ شوشہ چھوڑا ہے کہ بھرے بازار میں انہیں ننگا بھگایا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آج تک اسرائیل ہمارے خلاف ہی رہا ہے اور ہمارے خلاف بھارت کی بھرپور مدد کر رہا ہے۔

------------☆☆☆------------

قارئین کرام ایرانی حدیثیں تو اور بھی ہیں کہاں تک لکھوں، ایک کثیر تعداد ان حدیثوں کی ہے جو اس درجہ غلاظت نجاست اور گندگی لئے ہوئے ہیں کہ اسے لکھتے ہوئے حیا منہ کو آتی ہے۔ آپ حضرات سے التجا ہے کہ اس برائی کے خلاف جہاد کریں۔ ہمارا دین اسی وقت نکھر کر سامنے آئے گا جب اس کے اوپر سے یہ انتقامی ایرانی

Bulandi0001_(42).jpg

خلافت والا ملبہ اٹھایا جائے۔ اب تو ہم کسی غیر مسلم کے سامنے اپنا دین پیش ہی نہیں کر سکتے۔ یہ جو کچھ لکھا ہے دل پر جبر کر کے لکھا ہے وہ بھی اس خاطر کہ بحیثیت ایک مسلمان کے مجھے جو محبت ہے کتاب اللہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ازواج مطہرات وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اس سے مجبور ہو کر یہ لکھا ہے۔ میرا ایمان ہے کہ فارس والوں نے ان پروقار ہستیوں کے بارے میں جو خرافات بیان کی ہیں وہ ان سے پاک اور منزہ ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ انڈونیشیا، ملائشیا، برنائی دارالسلام وغیرہ کوئی عرب فاتح نہیں گیا، میں نے وہاں کے تجار سے خود دریافت کیا کہ آپ لوگ کس طرح مسلمان ہوئے؟ انہوں نے کہا عرب تاجروں کا لین دین اور اخلاق سے متاثر ہو کر۔ لیکن جو اخلاق وعادات صحابہ کا بخاری یا دیگر کتب میں بتایا گیا ہے، اسے دیکھ کر تو لوگ اسلام سے پناہ مانگیں گے۔ وہ کسی کو کیا مسلمان کریں گے۔ ہمارا ایمان ہے کہ صحابہ ایسے نہیں تھے جیسے ایرانیوں نے ان کی تصویر کشی کی ہے۔ یہ سراسر کردار کشی ہے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

-----------☆☆☆-----------

ابو ظفر